مناظرہ رشیدیہ

حضرت علامہ مولانا محمد سلیم مدنی
مرکزی جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ فیصل آباد
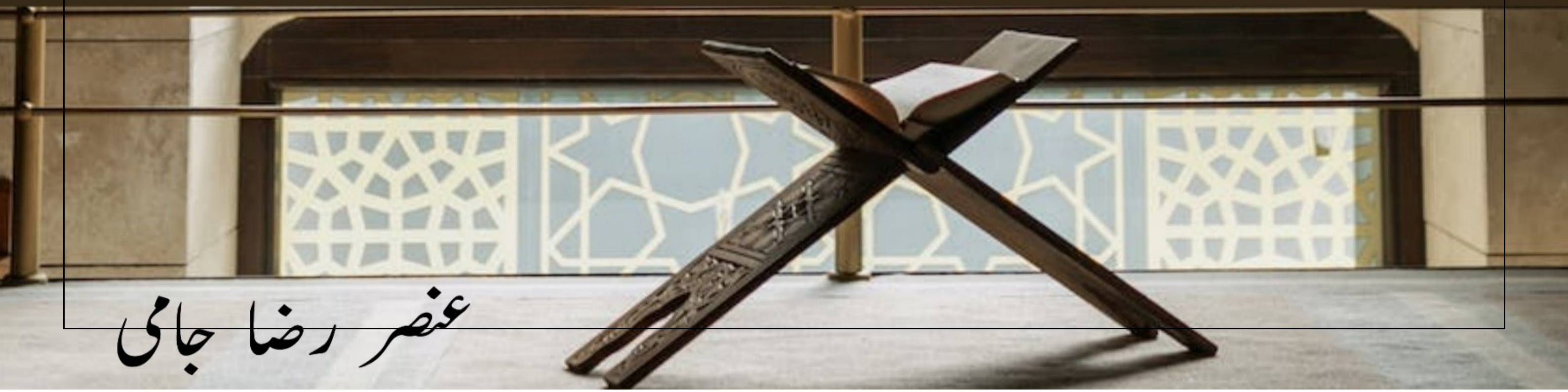
عنصر رضا جامی

حالات زندگی صاحب شریفیہ

نام وولادت:

آپ کا نام ابو حسن علی بن محمد بن علی سید زین حسینی جرجانی ہے۔

آپ کی ولادتِ باسعادت 740 ہجری 22 شعبان کو جرجان میں ہوئی۔

آپ کی تعلیم وتربیت:

آپ رحمہ اللہ بچپن میں ہی لغت عربی اور اس کے اصول وآداب سیکھنے میں مشغول ہوگئے تھے آپ نے اس میں اتنی مہارت حاصل کی حتی کہ آپ نے بچپن میں ہی وافیہ شرح کافیہ پر حاشیہ لکھ ڈالا، اسی طرح آپ نے علوم عقلیہ اور علم تصوف بھی حاصل کیا۔

آپ کے مشائخ:

آپ کے مشائخ میں شیخ علاء الدین محمد بن محمد عطار بخاری، اکمل الدین محمد بن محمد اور نور طاؤسی رحمہم اللہ ہیں۔

آپ کے تلامذہ:

آپ کے کثیر تلامذہ ہوئے ہیں جن میں سے مشہور فخر الدین عجم، سید علی عجمی، فتح اللہ شیرازی اور محمد بن سید شریف ہیں۔

آپ کا مسلک:

علامہ عبد الحی لکھنوی فرماتے ہیں: سید شریف حنفی تھے اسی پر سب کا اتفاق ہے۔

آپ کی تصانیف:

حاشیہ علی اوائل الکشاف، حاشیۃ علی المطول، حاشیۃ علی شرح المطالع، حاشیۃ علی شرح الشمسیۃ، شرح الفرائض السراجیۃ اور اس کے علاوہ آپ نے مختلف کتب پر تعلیقات لکھی اور رسائل تصانیف فرمائے۔

آپ کی وفات:

سید رحمہ اللہ 816 ہجری 6 ربیع الآخر بدھ کے دن اپنے خالق حقیقی سے جاملے، اور آپ کو وقب کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

حالات زندگی صاحب الرشیدیہ

آپ کا نام ونسب اور لقب:

آپ کا نام شیخ علامہ عبد الرشید بن مصطفی بن عبد الحمید بن راجو بن شیخ سعدی ہے نیز آپ نسبتا عثمانی، مذھبا حنفی سلسلۃ چشتی تھے اور آپ کی کنیت ابو البرکات ہے اور آپ کا لقب شمس الحق ہے لوگوں کے مابین قطب الاقطاب اور دیوان جی کے نام سے مشہور تھے۔ دیوان جی لقب اس کو دیا جاتا جو شیخ ربانی کبیر سری کی اولاد سے ہوا کرتا تھا

آپ کی ولادت:

آپ رحمہ اللہ 1000 ہجری دس ذی قعدہ کو برونہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کی تعلیم وتربیت:

آپ نے قرآن کریم پڑھا نیز خط وکتابت اور ارشاد، کافیہ وغیرہ پڑھی۔

آپ کی اولاد:

آپ نے 1032 ہجری میں شیخ ارازنی کی بیٹی سے شادی کی اس سے آپ کے چار بیٹے ہوئے جن کے اسماء یہ ہیں: شیخ محمد حمید، شیخ محمد ارشد، شیخ غلام معین الدین اور شیخ غلام قطب الدین۔

آپ کی تصانیف:

رشیدیہ شرح شریفیہ، شرح ھدایۃ الحکمۃ، شرح علی اسرار المخلوقات، خلاصۃ النحویہ، زاد السالکین، مقصود الطالبین، دیوان شعراور بدایۃ النحو۔

آپ کی وفات:

آپ نے 1083 ہجری میں فجر کے فرائض کی تکبیر تحریمہ کے وقت داعی حق کو لبیک کہا۔

عرض فقیر!

بحمد اللہ تعالیٰ کتاب مناظرہ رشیدیہ کو سوالاوجوابا لکھنے میں سعادت عظمی سے ہمکنار ہوا یقینا اس کتاب کی صعوبت میں کسی کو کلام نہیں فن مناظرہ اگرچہ مختصر ہے لیکن اتنا ہی دقیق اور مشق طلب ہے اس فن میں بغیر منطق اور بغیر اجراء کے کامل ہونے کا دعوی ھباء منثورا ہے، ہمارے زمانے میں یا تو مجادلہ ہے یا تو مکابرہ نہیں ملتا کہیں مناظرہ!

یہاں تک کے ہمارے اذھان میں مناظرے کا نقش ہی مکابرہ ومجادلہ بنادیا گیا،

کون کرے مناظرہ اصول حقانی سے　　　　کون لڑے جاں فشانی سے

خیر اللہ تعالیٰ استاذ محترم سلیم المدنی صاحب کو دین ودینا کی بھلائیاں عطا فرمائیں جن کی کوشش ومحنت سے جامی بغیر کسی اردو شرح کے فن مناظرہ تک آن پہنچا اللہ تعالیٰ اس فن کی چاشنی وحلاوت بھی نصیب فرمائے۔

عنصر رضا جامی عطاری

نوٹ: جن پر انڈر لائن کیا گیا ہے ان کو لازمی یاد فرمائیں!

خطبہ

سوال نمبر1: تسمیہ کی مکمل وضاحت کریں؟

جواب: اس کی مکمل تحقیق کتاب بیضاوی شریف کے بنائے ہوئے نوٹس میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر2: مصنف علیہ الرحمہ تسمیہ کے بعد حمد کو کیوں لائے رشدیہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: مصنف نے احسن نظام (قرآن) کی اتباع کرتے ہوئے اور حدیث خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم (وہ حدیث یہ ہے کہ ہر ذی شان کام جس کی الحمد سے ابتداء نہ کی جائے وہ ادھورا ہے) پر عمل کرتے ہوئے تسمیہ سے برکت حاصل کرنے کے بعد الحمدللہ سے ابتداء کی۔

سوال نمبر3: حمد کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: حمد کہتے ہیں کسی کی اختیاری خوبی پر تعریف کرنا وہ اختیاری خوبی چاہے حقیقی ہو یا حکمی۔

اعتراض نمبر1: حمد کی مذکورہ تعریف کے مطابق جو بندہ صفات الٰہی کی تعریف کرے گا تو یہ حمد نہ ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدرت و علم و بصر وغیرہ اختیاری نہیں ہیں کیونکہ اگر اختیاری مانے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے اپنے علم کو نکال دے اور جہالت سے موصوف ہو جائے اور جب چاہے صفت حی کو چھوڑ دے اور غیر حی ہو جائے جبکہ وہ ان سے پاک ہے؟

جواب: کسی کی اختیاری خوبی پر تعریف کرنا وہ اختیاری خوبی چاہے حقیقی ہو (یعنی جس کا صدور بالاختیار ہوتا ہے اور یہ حادث ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زید کو خوبصورت بنایا تو اس کی خوبصورتی جمیل اختیاری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بالاختیار خوبصورت بنایا چاہے تو اس کو سلب فرمالے لہذا زید کی خوبصورتی کی تعریف کرنا اللہ کی ہی تعریف کرنا ہے) یا حکمی ہو (یعنی جو بالاختیار صادر نہیں ہوتی بلکہ بالایجاب صادر ہوتی ہے اور یہ حادث نہیں ہوتی، لہذا تمام صفات کا صدور بالایجاب ہے بالاختیار نہیں)۔

اعتراض نمبر2: اگر صفات کا صدور بالایجاب ہوتا ہے تو ان کو بالاختیار کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: کیونکہ ان صفات کا صدور فاعل مختار سے ہوتا ہے جو ان کو صادر کرنے میں کسی کا محتاج نہیں لہذا فاعل مختار کے اعتبار سے ان صفات کو حکمی طور پر اختیاری کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر4: الحمد میں الف لام کونسا ہے؟

جواب: الحمد میں الف لام کے بارے میں تین اقوال ہیں:

(1) علامہ تفتازانی کے نزدیک: اس میں الف لام جنسی ہے تو معنی ہو گا تمام جنس حمد اللہ کے لئے ہیں چاہے قلیل ہو یا کثیر۔

(2) سید شریف کے نزدیک: اس میں الف لام استغراقی ہے تو معنی ہو گا حمد کا ہر ہر فرد اللہ کے لئے ثابت ہے

(3) اور یہ بھی احتمال ہے کہ الف لام عہدی خارجی ہو (اور اگر عہد خارجی ہو تو مہود متعین ہونا چاہئے) لہذا اس کا مہود وہ محبوب و مرضی حمد ہو گی جس کا حدیث پاک میں ذکر آیا چنانچہ فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے اس سے کئی گنا زیادہ جو اس کی مخلوق نے کی جیسی وہ پسند کرتا اور جس سے وہ راضی ہوتا ہے۔

اعتراض نمبر3: مصنف علیہ الرحمہ جملہ اسمیہ (الحمد اللہ) لائے چاہتے تو جملہ فعلیہ (احمد اللہ) لے آتے تو جملہ اسمیہ ہی کیوں لائے وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: چونکہ جملہ اسمیہ ثبات اور دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی اس کے لئے تعریفیں کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں اس لئے جملہ اسمیہ لائے۔

اعتراض نمبر4: مصنف نے الحمد للہ کہا تو جب تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں تو اللہ کی ذات عظیم الشان ہے اس کی عظمتیں اس بات کا تقاضا کرتیں ہیں کہ للہ الحمد کہا جاتا لیکن پھر بھی مصنف نے الحمد اللہ کہا؟

جواب: یاد رہے ہر مقام کے لئے مخصوص گفتگو ہوتی ہے چونکہ یہ مقام مقامِ حمد ہے تو مقامِ حمد میں حمد کو مقدم کیا جائے گا نہ کہ لفظ اللہ کو کہ یہ ہی زیادہ مقام کے مناسب تھا اور اصل مقصود رب تعالیٰ کی ہی ذات ہے جیسے: اقراء بسم ربك الذی میں مقام قراءت کی وجہ سے پہلے اقراء لائے اور مقصود اصل رب کی ہی ذات ہے۔

اعتراض نمبر 5: مصنف علیہ الرحمہ نے الحمدللہ کہا یہ تو خبر دینا ہے اور خبر دینے میں تعریف نہیں ہوتی اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی حمد سے جس کو شروع نہ کیا جائے وہ ادھورا رہتا ہے لہذا انشاء حمد کرنا چاہئے یعنی اپنی طرف سے حمد کرنی چاہئے نہ کہ خبر دینی چاہئے لہذا الحمدللہ کہنے سے حدیث پاک پہ عمل تو نہ ہوا؟

جواب: اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

(1) الحمدللہ اصل میں جملہ فعلیہ ہی ہے یعنی احمد اللہ کے معنی میں ہے (میں اللہ کی حمد کرتا ہوں) چونکہ اثبات ودوام کا فائدہ جملہ اسمیہ میں ہوتا ہے لہذا اس کو جملہ اسمیہ (الحمد اللہ) سے بدل دیا تو جب اصل میں یہ جملہ فعلیہ ہے تو اس سے انشاء حمد ہو جائے گا (یعنی اپنی طرف سے تعریف کرنا پایا جائے گا)۔

(2) الحمدللہ یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس بات کی خبر دینا بھی تو حمد ہی ہے کیونکہ اگر آپ زید کے بارے میں خبر دیں کہ وہ جوٹھا ہے تو جہاں خبر دینا ہے وہی پر کذب کی نسبت بھی تو زید کی طرف کرنا ہے اگر کوئی اس کو جوٹھا نہیں بھی جانتا تو وہ جان جائے گا اور اگر وہ جوٹھا نہ بھی ہو تو بھی خبر دینے میں کذب کی نسبت تو اس کی طرف کر دی نہ ایسے ہی اللہ کے لئے تمام تعریفیں ثابت ہیں اس بات کی خبر دینے میں نسبت حمد بھی تو اللہ کی جانب کر دی لہذا خبر دینا بھی انشاء حمد کو متضمن ہے۔

سوال نمبر 5: اللہ تعالیٰ کس ذات کا نام ہے؟

جواب: اللہ ایسی واجب الوجود ذات کا نام ہے جو تمام صفاتِ کمال کو گھیرے ہوئے ہے۔

نوٹ: ایک تمہید کو سمجھے: لفظ اللہ کے بارے میں دو قول ہیں:

(1) جزئی حقیقی ہے یعنی اس میں تکثر (کثیر ہونا) وتعدد (متعدد ہونا) بلکل نہیں پایا جاتا۔

(2) مفہوم کلی ہے یعنی جس جس پر واجب الوجود کا مفہوم سچا آئے گا اس پر اللہ کا اطلاق جائز ہو گا۔

سوال نمبر 6: اسم جلالت علم ہے یا اسم وضاحت فرمائیں؟

جواب: اس بارے میں دو قول ہیں:

(1) سید شریف کے نزدیک: اللہ اسم جلالت علم ہے۔

(2) صاحب بیضاوی کے نزدیک: اسم ہے واجب الوجود کے مفہوم کا۔

سوال نمبر 7: لا اسم لمفهوم الواجب بالذات كما قيل لانه ينافيه دلالة كلمة التوحيد عليه ولذلك اختار دون الرحمن اس عبارت کی آسان الفاظ میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: یاد رہے ہمارے نزدیک اللہ اسم جلالت واجب الوجود کے مفہوم کا اسم نہیں کیونکہ کلمہ توحید کی دلالت اسم واجب الوجود کے مفہوم کے منافی ہے کیونکہ کلمہ توحید کی دلالت اس بات پر ہے کہ معبودیت صرف اور صرف فرد واحد اللہ کے لئے ہے تبھی تو توحید ہے اگر اس کو اسم اور کلی مان لیں تو ایسی صورت میں معنی ہو گا کہ موجود نہیں ہے مگر وہ ذات جس پر واجب الوجود کا صدق ہو چاہے ایک ہو یا دس ہوں کیونکہ مفہوم تو عام ہے لہذا کلمہ توحید "کلمہ توحید" نہیں رہے گا کیونکہ کلمہ توحید تو تب ہے جب ایک ہی ذات کے لئے الوہیت کا اثبات ہو ،اسی وجہ سے کلمہ توحید میں اسم جلالت اللہ کو اختیار کیا گیا نہ کہ لفظ رحمن کو کیونکہ رحمن صفت ہے اور صفت غیر کو داخل ہونے سے نہیں روکتی اس کا مفہوم عام ہوتا ہے۔

سوال نمبر 8: ثم اراد بعد الايماء الى الاستجماع لجميع صفات الكمال بالاجمال ان يفصل بعضها مع الاشعار ببراعة الاستهلال اس عبارت کے مفہوم کو واضح فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ: لفظ اللہ اسم جلالت کے تمام صفاتِ کمال کو جامع ہونے کو بیان کرنے کے بعد اللہ کی بعض صفات کو بیان کرنے کا ارادہ فرمایا چونکہ تمام صفات کو بیان کرنا ممکن نہ تھا اور ایک اعتراض کا جواب بھی دے دیا کہ اگر صفات کو بیان کرنا ہی ہے تو تمام کو بیان کریں کہ بعض کو ذکر کرنے کی صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئی گی اس کا جواب دیا کہ یہاں فقط ان بعض صفات کو ذکر فرمائے گے جن کے ذریعے براعت استہلال کا فائدہ ہو لہذا بعض صفات کو ذکر نا مرجح ہو جائے گا۔

براعت استہلال: کہتے ہیں مقدمہ میں ایسے الفاظ و جملوں کو ذکر کرنا جن سے بعد میں آنے والے مقصود کی طرف اشارہ جائے۔

سوال نمبر9:الذی لا مانع لحکمہ اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ:اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں اس عبارت میں مانع کے دو معنی ہیں:

(1) منع سے لغوی معنی مراد ہے تو معنی ہو گا اس کے حکم کو روکنے والا کوئی نہیں۔

(2) منع سے اصطلاحی منع مراد ہے (مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کرنا) تو معنی ہو گا اس کے حکم کا انکار کرنے والا کوئی نہیں۔

اعتراض نمبر6: مصنف نے فرمایا کہ اللہ کے حکم کا انکار کرنے والا کوئی نہیں حالانکہ ایسا تو نہیں ہے جہاں ماننے والے بہت ہیں وہی انکار کرنے والوں کی بھی کمی نہیں لہذا یہ کہنا درست نہیں؟

جواب: بیشک اللہ کے حکم کا انکار کرنے والوں کی بھی کمی نہیں لیکن یہاں ان کے انکار کو لا انکار کے درجے میں رکھ دیا کہ بہت سارے ایسے دلائل ہیں کہ اگر یہ ان میں غور و فکر کریں تو اپنے انکار سے بعض آجائیں گے۔

اعتراض نمبر7: رب تعالیٰ نے فرمایا کہ لا ریب فیہ یعنی کتاب اللہ میں کوئی شک نہیں حالانکہ اس میں شک کرنے والے کثیر ہیں لہذا یہ کہنا درست تو نہ ہوا؟

جواب: رب کا فرمان حق و سچ ہے یہاں بھی شک کرنے والوں کو شک نہ کرنے والوں کے مرتبوں میں اتار دیا کہ ایسے دلائل موجود ہیں کہ جن میں غور و فکر کیا جائے تو بندہ راہ راست پر آجائے قرآن کا محب بن جائے۔

سوال نمبر10: ولا ناقض لقضائہ و قدرہ اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ اللہ کی قضاء و تقدیر کو کوئی توڑنے والا نہیں ہے، قضاء کہتے ہیں: اگر کوئی شے معرض وجود میں نہیں اس کو معرض وجود میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ جو ارادہ فرمائے اس کو قضاء کہتے ہیں اور شے معرض وجود میں آجائے تو اس سے جو ارادہ اصلیہ متعلق ہوتا ہے اسے قدر کہتے ہیں یعنی وجود سے پہلے قضاء اور بعد وجود قدر۔

نوٹ: الذی لا مانع لحکمہ اور ولا ناقض لقضائہ و قدرہ اس عبارت میں مانع واور ناقض اللہ کی صفتیں بھی ہیں ساتھ ساتھ براعت استہلال بھی کہ آنے والی اصطلاحات کی طرف اشارہ فرمایا دیا۔

سوال نمبر 11: والصلاۃ علی سید انبیائہ لانے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: یاد رہے مصنف کے نزدیک دین کو ہم تک پہنچانے کے منعم (انعام کرنے والے) تین ہیں پہلا منعم حقیقی رب تعالیٰ جس کی حمد کو بیان فرمایا دیا لہذا دورسے بقیہ دو انعام کرنے والوں کی طرف اشارہ فرمایا دیا کہ حضور ﷺ اللہ کے حکم کو ہم تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں اور آپ ﷺ کے اصحاب ہمارے مرشد ہیں اسی وجہ سے والصلاۃ علی سید انبیائہ لائے۔

سوال نمبر 12: الصلاۃ کا لغوی معنی بیان فرمائیں نیز جب صلاۃ کی نسبت اللہ اور فرشتوں نیز مؤمنین کی طرف کی جائے گی تو صلاۃ کا کیا معنی ہو گا؟

جواب: صلاۃ کا لغوی معنی ہے: مطلقا نرمی و لطف کرنا، جب صلاۃ کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد اللہ کی رحمت کاملہ ہوتی ہے اور اگر فرشتوں کی طرف کی جائے تو مراد استغفار ہو گا اور جب مؤمنین کی طرف کی جائے تو مراد دعا ہو گا۔

سوال نمبر 13: اللھم صل علی محمد اس عبارت کا مناظرہ رشیدیہ کی روشنی میں معنی بیان فرمائیں؟

جواب: اس کا معنی ہے: اے اللہ نبی کریم ﷺ کو دنیا میں عظمت دے ان کے ذکر کو بلند کر کے اور ان کی شریعت کو باقی رکھ کر اور آخرت میں عظمت دے ان کی شفاعت کو امت کے حق میں قبول فرما کر اور ان کے عمل کے اجر کو بڑھا کر۔

اعتراض نمبر 8: حدیث پاک میں ہے کہ میں بنی آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پہ کوئی فخر نہیں، اس سے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے سردار نہیں ہیں؟

جواب: اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

(1) حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ادب کی وجہ سے نہ فرمایا۔

(2) ولد ادم سے نوع انسانی مراد ہے لہذا آدم علیہ السلام کے بھی سردار ہیں۔

اعتراض نمبر 9: اگر آپ ﷺ بنی آدم کے سردار ہیں تو اپنے بھی سردار ہوئے؟

جواب: بے شک اعتراض بجا ہے لیکن عقل نے تخصیص کر دی کہ آپ ﷺ اس میں داخل نہیں ہیں جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان: واللہ علی کل شیء قدیر کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے جبکہ اللہ کی ذات بھی شے ہے لہذا اللہ تعالیٰ اپنے آپ پر بھی قادر ہوا حالانکہ یہ عقیدہ درست نہیں یہاں بھی یہ ہی جواب دیا کہ عقل نے تخصیص کر دی کہ اللہ کی ذات اس میں داخل نہیں۔

سوال نمبر 14: نبی ورسول کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ احکام کی تبلیغ کے لئے مخلوق کی طرف مبعوث فرماتا ہے، اور اگر وہ نبی کتاب اور نئی شریعت والے ہوں تو اسے رسول کہا جاتا ہے۔

اعتراض نمبر 10: مصنف نے فرمایا: والصلاۃ علی سید انبیائہ یعنی حضور ﷺ کو انبیاء کا سردار کہا حالانکہ آپ سرکار ﷺ تو رسولوں کے بھی سردار ہیں؟

جواب: یادرہے جب جمع میں اضافت آجائے تو استغراق کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے یہاں انبیاء کی اضافت ھا ضمیر کی طرف ہے لہذا استغراق کی وجہ سے تمام رسول بھی شامل ہو گئے۔

سوال نمبر 15: والصلاۃ علی سند اولیائہ اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: کہ درود ہو اولیاء کی سند پر، "سند" کہتے ہیں جس کے ساتھ سہارا لیا جائے چونکہ حضور ﷺ بھی اولیاء کا سہارا ہیں اور اللہ کے "اولیاء" اس کے خاص افراد ہیں وہ چاہے انبیاء ہوں یا اولیاء یاد رہے اس میں حضور ﷺ دلالت عقل کی بناء پر داخل نہیں لیکن یہاں اولیاء سے مراد علماء وصلحاء ہیں۔

سوال نمبر 16: ولایخفی مافی لفظ السید والسند من صنعۃ التجنیس اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہاں بلاغت کے ایک قاعدے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ سید انبیاء اور سند اولیاء میں لفظ سید و سند سے اپنے نام کی طرف بھی اشارہ فرمایا دیا کہ تجنیس کہتے ہیں: ایسے دو لفظ جو شکل میں ایک ہوں اور معنی میں مختلف ہوں فقط نقطوں میں فرق ہو۔

سوال نمبر 17: وعلی احبابہ المعارضین لاعدائہ اس عبارت میں دشمن سے کون مراد ہیں نیز صحابہ کرام نے کس طرح معارضہ کیا؟

جواب: فرمایا درود ہو آپ ﷺ کے ان احباب پر جو آپکے دشمنوں کا معارضہ کرنے والے ہیں یہاں دشمنوں سے مراد توحید و رسالت ﷺ کے انکار کرنے والے کفار ہیں اور صحابہ کرام زبان و تلوار اور معجزات و قران کے ذریعے معارضہ کرتے تھے اور قرآن نے ان کو سب سے چھوٹی صورت کی مثل لانے سے بھی عاجز کر دیا اور صحابہ نے اس حد تک معارضہ کیا کہ مکہ میں کوئی ایسا مشرک باقی نہ رہا مگر کہ وہ ایمان ظاہر کرے۔

سوال نمبر 18: وعلی احبابہ المعارضین اس عبارت میں احباب سے کون مراد ہیں؟

جواب: یہاں احباب سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور جان جانہ ﷺ سے صمیم قلب اور خلوص اعتقاد سے محبت کرتے ہیں لہذا اس میں آل بھی داخل ہے، لہذا یہ اعتراض بے جا ہو گا کہ آل کا ذکر کیوں نہ فرمایا۔

سوال نمبر 19: ولا یذہب علیك مافی لفظ المنع و النقض والسند والمعارضۃ من حسن البراعۃ الاستہلال اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: اس کا مفہوم یہ ہے کہ: خطبہ میں لفظ منع و نقض و سند اور معارضہ براعت استہلال سے ہے کہ ان کا آگے تفصیلاً ذکر آئے گا۔

<u>**سوال نمبر 20:** لفظ "بعد" کب معرب و مبنی ہوتا ہے؟</u>

جواب: "بعد" ظروف زمانیہ میں سے ہے اور "بعد" کی چار صورتیں ہیں تین معرب ہیں اور ایک مبنی:

(1) "بعد" جب مضاف نہ ہو تو معرب ہو گا مثال کے طور پر جئتک قبلا و بعدا۔

(2) جب "بعد" مضاف ہو اور مضاف الیہ بھی مذکور ہو تو معرب ہو گا جیسے کذبت قبلھم قوم نوح۔

(3) "بعد" مضاف ہو اور مضاف الیہ محذوف غیر منوی ہو تو "بعد" معرب ہو گا جیسے للہ الامر من قبل و من بعد

(4) "بعد" مضاف ہو اور مضاف الیہ محذوف منوی ہو تو "بعد" مبنی ہو گا جیسا کہ متن میں مبنی ہے۔

سوال نمبر 21: وبعد ھذہ قواعد البحث اس عبارت میں بعد کا عامل واضح فرمائیں؟

جواب: "بعد" کا عامل معنی اشارہ یعنی اشیر ہے فرمایا کہ ھذہ قواعد البحث میں ھذہ اسم اشارہ ہے اور اسم اشارہ ہے تو یہ معنیً اشیر ہو گیا اور یہ ہی عامل ہے۔

اعتراض نمبر 11: مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا بعد ھذہ قواعد البحث جبکہ مصنفین کا طریقہ کار ہے "بعد" کے بعد فاء لے کر آتے ہیں جبکہ مصنف نہیں لائے؟

جواب: اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

(1) اگر مصنف فھذہ القواعد کہہ دیتے تو سوال ہو تا یہ فاء کونسا ہے کس لئے آیا ہے تو جواب میں تکلف کی ضرورت پیش آتی کہ عام طور پر یہ جواب دیا گیا کہ فاء اما کے جواب میں ہے لیکن یہاں تو اما موجود ہی نہیں لہذا فاء کو جوابِ "اما" میں کہنا ایک تکلف ہو گا دوسرا تکلف "اما" کو محذوف ماننا پڑے گا تو "اما" کو محذوف ماننا ایک وھم ہے اس لئے مصنف نے فاء کو ترک کر دیا تا کہ وھم کرنے والے کے وھم کا جواب دینے کا تکلف نہ کرنا پڑے۔

(2) مصنف علیہ الرحمہ کو وھم ہوا کہ شائد "اما" کو ذکر کر چکے ہیں لیکن یہ جواب پسندیدہ نہیں۔

اعتراض نمبر 12: ھذہ سے تو اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو سامنے ہو اور مبصر محسوس ہو جبکہ قواعد تو مبصر محسوس یعنی نظر اور محسوس ہونے والے تو نہیں ہیں؟

جواب: بے شک اعتراض بجا ہے لیکن یہاں قواعد سے مراد وہ قواعد ہیں جو مصنف کے ذہن میں مستحضر تھے اگرچہ وہ قواعد و ترتیب قواعد مبصر محسوس نہیں لیکن ان کو مبصر محسوس کے مرتبے میں اتار دیا کیونکہ جو چیز ذہن میں وہ ایسی ہی ہوتی ہے گویا سامنے ہے۔

معنی البحث

سوال نمبر 22: قواعد کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان فرمائیں؟

جواب: قواعد کا لغوی معنی: اساس یعنی بنیاد ہے۔

قواعد کا اصطلاحی معنی: وہ امور کلی جن سے ابحاث صحیحہ جو سقیمہ سے ممتاز ہوں ان کے جزئیات سمجھے جاتے ہوں۔

سوال نمبر 23: بحث کا لغوی معنی بیان فرمائیں نیز اصطلاح میں اس کا کتنے معانی پر اطلاق ہوتا ہے؟

جواب: بحث کا لغوی معنی: چھان بین کرنا اور کسی چیز کی تفتیش کرنا۔

اور اصطلاح میں اس کا تین معانی پر اطلاق ہوتا ہے۔

سوال نمبر 24: بحث کا اصطلاحی معنی بیان فرمائیں؟

جواب: بحث کا اصطلاحی طور پر تین معانی پر اطلاق ہوتا ہے:

(1) ایک شے کو دوسری شے پر محمول کرنا۔

(2) نسبت خبریہ کو دلیل سے ثابت کرنا۔

(3) مناظرہ

سوال نمبر 25: ھذہ قواعد البحث اس عبارت میں بحث سے تین معانی میں سے کونسا معنی مراد ہے نیز بقیہ معانی مراد لینا درست ہے؟

جواب: یہاں بحث سے تیسرا معنی یعنی مناظرہ مراد ہے،

جبکہ دوسرا معنی لینے میں بھی کوئی خرابی نہیں تو معنی ہو گا یہ دلیل سے نسبت خبریہ کو ثابت کرنے کے قواعد ہیں اور یہ بات آپ جانتے ہیں کہ جہاں نسبت خبریہ کو دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے وہی منع بھی ہوتی ہے اور منع میں

نسبت خبریہ کا اثبات نہیں ہوتا اور منع اس فن کا ایک قاعدہ ہے لہذا جب بحث سے مراد نسبت خبریہ کو دلیل کے ذریعے ثابت کرنے والا معنی مراد لیا جائے تو منع خارج ہو جائے گی کیونکہ منع میں مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کیا جاتا ہے اس میں مانع طالب ہوتا ہے مثبت نہیں، لہذا یہ والا معنی جامع نہ ہو گا اور ایسے ہی مانع بھی نہ ہو گا کہ نسبت خبریہ کو ثابت کرنے والا معنی اس معلل پر بھی سچا آتا ہے جو بغیر مد مقابل کسی حکم کو دلیل کے ذریعے ثابت کرتا ہے لہذا اس سے تو مناظرہ ثابت نہ ہو گا مثلا کوئی تنے تنہا بیٹھے حضور ﷺ کو عالم الغیب ثابت کر دے تو اس کو مناظر نہیں کہہ گے۔

سوال نمبر 26: بحث سے کسی شے کو دوسر شے پر محمول کرنے والا معنی مراد نہ لینے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: کیونکہ بحث اور مناظرہ قضایا مقولہ (بات چیت) کے ذریعے سے ہوتا ہے یعنی زید دعوی کرے عمر قائم اور راحت کہہ عمر لیس بقائم جبکہ حمل شی علی شی کا مفہوم قضیہ معقولہ اور قضیہ مقولہ دونوں پر صادق آتا ہے یعنی جو حکم ذہن میں ہو حالانکہ اس پر مناظرے کا اطلاق نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 27: ھذہ قواعد البحث متضمنة لما یجب استحضارھا فی فن المناظرہ اس عبارت میں متضمنة کا اعراب اور وجہ اعراب بیان فرمائیں؟

جواب: فرمایا مناظرے کے قواعد جو متضمن ہیں ان کو جن کا فن مناظرہ میں استحضار ضروری ہے یعنی جن کا ذہن می ہونا ضروری ہے اس عبارت میں متضمنة کو خبر ثانی کی وجہ سے مرفوع بھی پڑھا جاسکتا ہے اور حال کی بناء پر منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں۔

تعریف فن المناظرة

سوال نمبر 28: فن مناظرہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: فن مناظرہ وہ علم ہے جس سے اثبات مطلوب مع الخصم یا مطلوب کی نفی یا مطلوب کی دلیل کی نفی کے آداب کی کیفیت کو جانا جائے۔ یعنی مد مقابل کا کس طرح سامنا کرنا ہے کس طرح مطلوب کو ثابت کرنا یا کس طرح نفی کرنی ہے یہاں مد مقابل کا ہونا ضروری ہے کہ اس کے بغیر مناظرہ ہی نہ ہو گا۔

سوال نمبر 29: علم مناظرہ کا موضوع کیا ہے؟

جواب: مناظرہ و بحث کی کیفیت کے بارے میں بحث کرنا کہ آیا بحث صحیح ہے یا سقیما ہے یا قابل مسموع ہے یا غیر مسموع۔

سوال نمبر 30: مناظرہ کی غرض بیان فرمائیں؟

جواب: ذہن کو گمراہی سے بچانا، تاکہ مناظر کا ذہن محفوظ رہے ایسے راستے پر چلنے سے جو اس کو مطلوب تک نہ پہنچا سکے کیونکہ سالک چلنے والا جب تک راستے کو نہیں جانتا اور جن کی رعایت کرنا ضروری ہو ان کی رعایت نہیں کرتا تو بعض اوقات بھٹک جاتا ہے اپنے مقصود و مطلوب تک نہیں پہنچ پاتا۔

سوال نمبر 31: ھذہٖ قواعد البحث متضمنۃ مرتبۃ علی مقدمۃ اس عبارت میں مرتبۃ کے اعراب اور وجہ اعراب کو واضح فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ یہ قواعد مناظرہ ایک مقدمہ پر مرتب ہیں اس عبارت میں مرتبۃ کو خبر ثالث کی بناء پر مرفوع بھی پڑھا جا سکتا ہے اور حال مترادفہ و متداخلہ کی بناء پر منصوب بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

ضروری بحث: مقدمہ کی دو قسمیں ہیں:

(1) مقدمہ کتاب: وہ باتیں جن کو کتاب سے پہلے افادیت کے طور پر پہلے ذکر کر دیا جاتا ہے اگرچہ کتاب کا شروع کرنا ان پر موقوف نہیں ہوتا۔

(2) مقدمہ علم: وہ امور جن پر مقاصد کا شروع کرنا علی وجہ البصیرہ موقوف ہو۔

سوال نمبر 32: مقدمہ اور خاتمہ کی تعریف بیان فرمائیں نیز قواعد مناظرہ کی کتنی ابحاث ہیں؟

جواب: مقدمہ مقدمۃ الجیش سے ماخوذ ہے مقدمہ کہتے ہیں: وہ امور جن پر مقاصد کا شروع کرنا علی وجہ البصیرہ موقوف ہو، یہاں مقدمہ سے مراد مقدمہ علم ہے۔

خاتمہ کی تعریف: جس کے ذریعے شے کو ختم کیا جائے۔

سوال نمبر 33: اما المقدمۃ ففی التعریفات اس عبارت پہ ہونے والے اعتراض وجواب کو بیان فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ مقدمہ تعریفات کے بارے میں ہے اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ مقدمہ میں تعریفات ہی تو ذکر کی جاتی ہیں لہذا مقدمہ تو تعریفات کا ہی نام ہے اور اس کے بعد یہ کہنا کہ مقدمہ تعریفات کے بارے میں ہے تو معنی ہو التعریفات تعریفات کے بارے میں اس سے تو ظرفیت شی الی نفسہ لازم آتا ہے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: مقدمہ ایک وہ ہوتا ہے جو تعریفات پر مشتمل ہو اور ایک مقدمہ مفہوم کلی ہوتا ہے جس کا اطلاق وصدق اس پر بھی ہوتا ہے جو اس کتاب میں ہو یا کسی اور میں ہو لہذا مقدمہ مفہوم کلی ہوا جو اس رسالے میں مذکور ہے اور تعریفات وتقسیمات پر منحصر ہے اور ففی التعریفات جزئی ہے کیونکہ کلیات جزئیات کے ضمن میں پائیں جاسکتی ہیں لہذا ظرفیت شی الی نفسہ لازم نہیں آتی۔

سوال نمبر 34: <u>تعریفات کس کی جمع ہے نیز یہاں تعریفات سے کیا مراد ہے؟</u>

جواب: تعریفات "تعریف" کی جمع ہے اور یہاں تعریف مصدر اسم فاعل معرف کے معنی میں ہے یا تعریف سے معنی مصدری مراد ہے یعنی تصور کو حاصل کرنے کے لئے فکر و نظر کرنا۔

تعریف المناظرہ

سوال نمبر 35: مصنف مناظرہ کو ہی پہلے کیوں لائے جبکہ مجادلہ و مکابرہ بھی لاسکتے تھے؟

جواب: چونکہ اصل مقصود مناظرہ تھا لہذا پہلے اس کو ذکر فرمادیا۔

سوال نمبر 36: <u>مناظرہ کس سے ماخوذ ہے؟</u>

جواب: مناظرہ "نظیر" سے ماخوذ ہے یا یہ نظر سے ماخوذ ہے جب یہ نظر سے ماخوذ ہو گا اس وقت اس کے چار معانی ہوں گے:

(1) نظر ابصار کے معنی میں ہو گا تو مناظرے کا معنی ہو گا ایک دوسرے کو دیکھنا

(2) یا نظر نفس کا معقولات کی طرف نظر کرنا اور ان میں غور و فکر کرنے کے معنی میں ہو گا تو مناظرے کا معنی ہو گا معقولات میں التفات اور غور فکر کرنا۔

(3) یا نظر انتظار کے معنی میں ہو گا تو مناظرے کا معنی ہو گا انتظار کرنا۔

(4) یا نظر مقابلے کے معنی میں ہو گا تو مناظرے کا معنی ہو گا ایک دوسرے کے مقابل ہونا۔

اعتراض نمبر 13: نظیر صفت مشبہ ہے اور مناظرہ مصدر ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ مناظرہ نظیر سے مشتق ہو؟

جواب: سادسہ والو! یہاں ماخوذ سے مشتق ہونا مراد نہیں ہے کہ مناظرہ نظیر سے بنا ہے بلکہ یہ نظیر سے ماخوذ ہے اس معنی کر کہ ان کا ماخذ ایک ہے اور وہ نظر ہے۔

سوال نمبر 37: مناظرہ نظیر سے ماخوذ ہے تو نظیر کا معنی ہے مثل تو مناظرے میں مثلیت کے مفہوم کی وجہ مناسبت اور التفات نفس اور انتظار کے معنی میں ہونے کی وجہ مناسبت بیان فرمائیں؟

جواب: اس کی وجہ مناسبت یہ ہے کہ اس سے اشارہ ہو گا اس بات کی طرف کہ دونوں مناظر علم میں برابر ہو یہ نہ ہو کہ ایک طرف جلالی صاحب ہوں دوسری طرف مرزا جہلمی ہو۔

اور التفات نفس میں کے معنی میں ہونے کی صورت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ غور و فکر کرنا اولیٰ ہے جو بات کہنا چاہتا ہے جب تک اس میں غور فکر نہ کرلے نہ کہے۔

مناظرہ کے انتظار کے معنی میں ہونے کی صورت میں اس بات کلی طرف اشارہ ہے کہ متخاصمین و متقابلین اور مناظرین میں سے ہر ایک دوسرے کی بات کے پورا ہونے کا انتظار کریں کلام کے دوران ہی گفتگو شروع نہ کر دیں۔

سوال نمبر 38: مناظرے کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: متخاصمین کا توجہ کرنا نسبت میں (ایسی نسبت جو دو چیزوں کے درمیان ہو) درستگی اور حق کو ظاہر کرنے کے لئے۔

سوال نمبر 39: مناظرے کی تعریف میں متخاصمین سے کون مراد ہیں؟

جواب: یہاں متخاصمین سے مراد ایسے دو شخص ہیں جن میں سے ایک کا مطلوب دوسرے کا غیر ہو چاہے مطلوب قولی ہو یا دل میں ہو جیسے حکماء اشراقیین کے آپس میں ہوا کرتے تھے مثلاً ایک کہہ رہا ہے زید کھڑا ہے اور دوسرا کئی میل سے دل میں ہی کہہ رہا ہے کہ زید کھڑا نہیں۔

حکماء اشرقیین: ان حکماء کو کہتے تھے جن کے دل صاف شفاف ہوتے تھے یہ اشراق نوری کی وجہ سے ایک دوسرے کے دل کی باتیں جان لیتے تھے۔

سوال نمبر 40: النسبة بين الشيئين اس عبارت میں شیئین سے کیا مراد ہے؟

جواب: نسبت سے نسبت تامہ مراد ہے اور نسبت تامہ محکوم علیہ اور محکوم بہ میں پائی جاتی ہے لہذا یہاں شیئین سے مراد محکوم علیہ اور محکوم بہ ہے۔

اعتراض نمبر 14: مناظرہ کی مذکورہ تعریف جامع نہیں کیونکہ بعض اوقات متخاصمین میں سے ہر ایک کی یا ان میں سے کسی ایک کی غرض اپنے مدمقابل کو غلط ثابت کرنا یا اس پر فقط الزام لگانا ہوتا اظہار صواب مقصود نہیں ہوتا لہذا یہ تعریف ان افراد کو جامع نہ ہوئی؟

جواب: ہماری تعریف جامع مانع ہی ہے کہ مناظرہ وہی ثابت ہو گا جہاں دونوں کا مقصد اظہار صواب و حق ہو اب اگر کوئی الزام لگانے یا غلط ثابت کرنے کے لئے بحث کرتا ہے تو اس کو مناظرہ کہتے بھی نہیں اور اس کے تعریف سے خارج ہو جانے میں یقین مانے ہمارا کوئی نقصان نہیں چاہے تو لکھوا لیں۔

اعتراض نمبر 15: اگر فرض کر لیا جائے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک اس مقام تک پہنچ جائے کہ ہر ایک دوسرے کے دل کی بات کو جان لیں اور دل ہی دل میں آپس میں بحث کریں تو اس پر بھی مناظرہ کی تعریف

صادق نہیں آتی کیونکہ مناظرہ قضایا مقولہ بات چیت میں ہوتا ہے لہذا تعریف جامع نہ ہوئی اور اشرقیین کے مناظرے اس تعریف سے خارج ہوگئے ؟

جواب: اس کا مصنف جواب دے چکے کہ دونوں متخاصمین میں سے ہر ایک کا مطلوب دوسرے کا غیر ہونا چاہئے اب توجہ فی النسبہ قول میں ہو یا دل میں، لہذا اشراقیین کا مناظرہ تعریف میں داخل رہے گا۔

<u>سوال نمبر 41: مناظرے کی تعریف میں نسبت سے کونسی نسبت مراد ہے ؟</u>

جواب: نسبت سے مراد نسبت تامہ خبریہ ہے وہ چاہے حملیہ ہو یا اتصالیہ ہو یا انفصالیہ۔

اعتراض نمبر 16: متقدمین علماء میں سے مصنفین نے مناظرے کی تعریف یوں کی النظر من الجانبین فی النسبۃ بین الشیئین اظہارا للصواب جبکہ مصنف نے نظر کی بجائے توجہ کا لفظ اور جانبین کی بجائے متخاصمین کا ذکر فرمایا تو سوال یہ ہے کہ مصنف نے مشہور تعریف سے کیوں عدول کیا؟

جواب: کیونکہ مشہور تعریف پر دو اعتراض وارد ہو رہے تھے اس لئے مصنف نے اس تعریف سے عدول کر لیا۔

ضروری بحث: نظر کہتے ہیں امور معلومہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ امور مجہولہ کا علم حاصل ہو جائے۔

<u>**سوال نمبر** 42: مناظرے کی مشہور تعریف پر ہونے والے اعتراض وجواب کو ذکر فرمائیں؟</u>

جواب: اعتراض یہ ہوتا ہے کہ مشہور تعریف مانع پر صادق نہیں آرہی کہ تعریف میں میں نظر کی قید سے خارج ہو گیا کیونکہ مانع امور معلومہ کو ترتیب نہیں دیتا حالانکہ وہ بھی مناظر ہی ہوتا ہے ؟

جواب: آپ نے نظر سے جو معنی لیا تھا وہ تو منطقیوں کے نزدیک ہے جبکہ اصطلاح مناظرہ میں نظر سے مراد نفس کا معانی میں غور فکر کرنا ہے لہذا اس صورت میں مانع پر بھی تعریف صادق آئے گی۔

دوسرا اعتراض یہ کہ تعریف میں جانبین لفظ مذکور ہے اور جانبین بہت عام لفظ ہے جانبین استاد اور شاگرد کو بھی شامل ہے حالانکہ ان کی گفتگو تو مناظر نہیں ہوتی لہذا مشہور تعریف مانع نہیں ہے ؟

جواب: جانبین سے متخاصمین ہی مراد ہیں یعنی عام بول کر خاص مراد لیا ہے اور یہ بلکل جائز ہے عرف میں عام بول کر خاص مراد لینا شائع ہے جس وقت کوئی قرینہ پایا جائے۔

نوٹ: مناظرہ کی تعریف میں غرضا مفعول لہ ہے اور مفعول لہ غرض کے لئے ہوتا اور غرض کسی نہ کسی فعل کے لئے ہوتی ہے اور فعل کے بعد غرض کا حصول ضروری نہیں۔

اعتراض نمبر17: مصنف نے جو مناظرے کی تعریف کی ہے اس پر بھی اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ مصنف نے فرمایا متخاصمین میں سے ہر ایک کا مقصود حق کو ظاہر کرنا ہو لہذا بعض اوقات مناظرے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کا رادہ اظہار صواب نہ تھا وہ غیر مصیب تھا لہذا اس مصنف کی تعریف سے یہ مناظرہ نہ ہو گا حالانکہ اس کو مناظرہ ہی کہا جاتا ہے لہذا تعریف جامع نہ ہوئی؟

جواب: یاد رہے کسی فعل کے کرنے کے بعد اس کی غرض بھی حاصل ہو جائے ضروری نہیں اب اگر وہ غرض نہ پائی جائے تو اس فعل کی ہی نفی نہیں کر دی جاتی جیسے عامر شادی کرے اور شادی سے جو مقصود ہو وہ اس کو حاصل نہ ہو تو ہم نکاح کی ہی نفی نہیں کر دیں گے ایسے ہی اگر متخاصمین میں سے کوئی صواب کو نہ پاسکا تو ہم مناظرے کی نفی نہیں کر سکتے جیسے معترض کا مقصود یہاں یہ تھا کہ معرف اعلام مصنف علیہ الرحمہ کی تعریف سے غلطیاں نکالیں لیکن یہ اپنے مقصود تک نہ پہنچ سکا تو اس کو معترض ہی کہہ گے۔

سوال نمبر43: مصنف کی تعریف سے کتنی اور کون کونسی علتیں معلوم ہوتیں ہیں؟

جواب: مصنف نے اس انداز پر مناظرے کی تعریف کی ہے کہ کوئی بھی مناظر اس تعریف سے چار علتیں سمجھ سکتا ہے اور وہ یہ ہیں:

(1) توجہ علت صوریہ ہے۔ (2) متخاصمین علت فاعلیہ ہے۔

(3) نسبت علت مادیہ ہے۔ (4) اظہار صواب علت غائیہ ہے۔

سوال نمبر44: مناظرے کی تعریف میں اظہار للصواب کی قید سے کن کن سے احتراز ہوتا ہے؟

جواب: اس قید سے مجادلہ اور مکابرہ سے احتراز ہو گیا۔

تعریف المجادلہ

سوال نمبر 45: مجادلہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: مجادلہ کہتے ہیں آپس میں جھگڑا کرنا اور یہ جھگڑا کرنا اظہار صواب وحق کے لئے نہ ہو بلکہ الزام خصم کے لئے ہو۔

سوال نمبر 46: مجیب اور سائل ان دونوں کا الزام خصم کیسے ہو گا؟

جواب: اگر مجادل جواب دینے والا ہو تو اس کی کوشش ہو گی کہ اس پر کوئی الزام نہ آئے سائل اس کو خاموش نہ کر سکے اور یہ غیر کے الزام سے محفوظ رہے۔

اگر مجادل سوال کرنے والا ہو تو اس کی کوشش ہو گی کہ مدمقابل جواب دینے والے کو خاموش کروادے اس پر الزام کرے، اور کبھی کبھار سائل اور مجیب دونوں مجادل ہوتے ہیں اور مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔

اعتراض نمبر 18: سائل اور مجیب دونوں شریک ہوں تب تو مشارکت ہے اور صاحب کتاب کا منازعہ کا لفظ بولنا درست ہو گا لیکن جب صرف مجادل ایک ہو تو اس صورت میں مشارکت تو نہ ہوئی لہذا مجادلہ ومنازعہ جو مشارکت پر دلالت کرتے ہیں ان کو کیوں لائے؟

جواب: جب دونوں مجادل نہ ہوں بلکہ ایک ہو تو اس صورت میں بھی مجادلہ ومنازعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک مجادل ہے تو غیر مجادل کی شان یہ ہے کہ وہ مجادل کی بات کی طرف توجہ نہ کرے لیکن یہ اس سے باتیں کر رہا ہے لہذا تغلیبا غیر مجادل کو بھی مجادل کہہ دیا گیا اور اس پر مشارکہ ومنازعہ کے صیغے کا اطلاق کر دیا گیا۔

تعریف المکابرہ

سوال نمبر 47: مکابرہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: مکابرہ بھی مجادلہ کا نام ہے یعنی آپس میں جھگڑنے کا نام مجادلہ ومکابرہ ہے۔

سوال نمبر48: مکابرہ اور مجادلہ میں فرق بیان فرمائیں؟

جواب: یاد رہے دونوں میں اظہار صواب نہیں ہوتا اور مجادلہ میں الزام خصم تو ہوتا ہے لیکن مکابرہ میں الزام خصم بھی نہیں ہوتا جیسے اظہار صواب نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر19: انہ لا لالزام الخصم ایضا اس عبارت میں انہ میں موجود ضمیر کا مرجع تو مکابرہ ہے جو کہ مؤنث ہے تو ضمیر کو مذکر کیوں لائے؟

جواب: کیونکہ مکابرۃ تاء والا مصدر ہے اور جو تاء والا مصدر ہو اس کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لایا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں تاء مصدریت والی ہوتی ہے تانیث والی نہیں، ممکن ہے کہ یہ جواب بھی ہو کہ مصدر ٹرانس جینڈر یعنی تیسری مخلوق ہوتا ہے۔

سوال نمبر49: مناظرے کی تعریف کے بعد مجادلہ اور مکابرہ کی تعریف کیوں لائے نیز ان کے بعد نقل کی بحث لانے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: چونکہ ہر شے اپنی ضد کے ساتھ جانی جاتی ہے لہذا اس لئے مناظرہ کی تعریف کے بعد مجادلہ و مکابرہ کی بحث لے آئے اور ہمارے زمانے میں عقلی دلیل سے کسی چیز کو ثابت کرنے سے زیادہ اولیٰ کتاب یا ثقہ بات کو نقل کرنا ہے کیونکہ عقلی دلیل سے ثابت کرنا کثرت نزاع کی طرف لے جاتا ہے لہذا اسی مناسبت سے نقل کو ذکر کرنا مناسب سمجھا۔

تعریف النقل

سوال نمبر50: نقل کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: نقل کہتے ہیں غیر کی بات کو جس طرح وہ ہے معنی کے اعتبار سے پیش کرنا یہ بات ظاہر کرتے ہوئے کہ یہ دوسرے کا قول ہے (اس کا اپنا قول نہیں)۔

سوال نمبر 51: الاتیان بقول الغیر علی ما ھو علیه بحسب المعنی اس عبارت میں بحسب المعنی کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ کسی دوسرے کی بات کو نقل کرنا اب نقل کرنے میں ضروری نہیں ہے کہ ہو بہو وہی الفاظ ہوں جو قائل نے کہے ہوں بلکہ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ معنی نہ بدلے۔

سوال نمبر 52: تعریف میں مظہرا انه قول الغیر اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ نقل پیش کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ یہ میرا قول نہیں بلکہ کسی غیر کا قول ہے مثلایوں کہہ قال ابوحنیفه: النیة فی الوضؤ لیست بفرض اور اگر اس بات کا اظہار نہ ہو کہ یہ غیر کا قول ہے نہ صراحتاہو نہ ضمناہو نہ کنایۃ ہو اور نہ اشارۃ ہو تو اس صورت مناظرین کی اصطلاح میں یہ نقل کرنے والا خود مدعی کہلائے گا۔

سوال نمبر 53: تصحیح نقل کس وقت طلب کی جاسکتی ہے؟

جواب: جب سامنے والے کو مدعی کے قول کے بارے میں معلوم ہو اس وقت تصحیح نقل طلب کرنا صحیح نہیں اگر طلب کرے گا تو مکابر یا مجادل کہلائے گا نہ کہ مناظر اور اگر اس کو معلوم نہیں تو تصحیح طلب کرنا ضروری ہے وگرنہ مناظر نہیں کہلائے گا۔

تعریف تصحیح النقل

سوال نمبر 54: تصحیح نقل کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: اس قول کی نسبت جس کو منقول عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس کی صداقت کو بیان کرنا۔

سوال نمبر 55: صحة النقل لانے سے تصحیح النقل لانا کیوں اولیٰ ہے؟

جواب: تصحیح النقل کہنا قاضی عضد الدین کے صحة النقل کہنے سے اولیٰ ہے کیونکہ صحة النقل کا معنی ہے نقل کا صحیح ہونا حالانکہ اس کا تو مطالبہ ہی نہیں کیا گیا اور تصحیح النقل کا معنی ہے نقل کی صحت کو بیان کرنا اور

مناظرے میں مطالبہ بھی تصحیح نقل کا ہوتا ہے آیا جو تم نے نسبت کی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں کیونکہ نقل کو صحیح ثابت کرنا ناقل کی ذمہ داری ہی نہیں یہ تو قائل و مدعی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

سوال نمبر 56: مصنف نے پہلے جو تعریفات کی ان میں واو عطف کو لائے جبکہ نقل کے بعد تصحیح النقل کی تعریف سے پہلے حرف عطف نہیں لائے؟

جواب: یاد رہے کہ عطف دو چیزوں میں مغایرت کے لئے لایا جاتا ہے کیونکہ تصحیح متعلقات نقل سے ہے لہذا یہ نقل کے مغایر نہیں اسی لئے عطف کو چھوڑ دیا۔

تعریف المدعی

سوال نمبر 57: مدعی کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: مدعی کہتے ہیں جو اپنے آپ کو اثبات حکم کا پابند کرلے، یعنی وہ حکم خبری جس کا اس نے دعوی کیا ہے اس کو ثابت کرنے کے درپے ہو جائے دلیل یا تنبیہ کے ذریعے اس اعتبار سے کہ وہ حکم کو ثابت کرنا ہو۔

نوٹ: ذوالعقول کے لئے "من" آتا ہے اور غیر ذوالعقول کے لئے "ما" آتا ہے۔

سوال نمبر 58: مدعی کی تعریف من نصب نفسہ میں من کی بجائے ما کیوں نہیں لایا جاسکتا جیسا کہ بعض لوگ لائیں بھی ہیں؟

جواب: یہاں "ما" کی بجائے "من" ہی لانا اولیٰ ہے کیونکہ مناظرہ عقل والوں کے مابین ہوتا ہے۔ اور اولیٰ اس لئے کہا کہ "ما" کا استعمال بھی کبھی کبھار ذوالعقول کہہ دیا جاتا ہے۔

اعتراض نمبر 20: مدعی کی تعریف مانع نہیں ہے کہ یہ تعریف مناقض اور معارض دونوں پر صادق آتی ہے کہ جب مدعی اپنے دعوے کو دلیل سے ثابت کرلیتا ہے تو مناقض مدعی کی دلیل کو فاسد کہتا ہے اور اپنی دلیل سے اس کے فساد کو ثابت کر دیتا ہے لہذا ناقض بھی اثبات کرتا ہے اور اور مدعی جب دعوے کو ثابت کرلیتا ہے تو معارض اس کے دعوے کو دلیل سے باطل کر دیتا ہے لہذا معارض بھی اثبات کرتا ہے لہذا دونوں پر مدعی کی تعریف صادق آرہی ہے؟

جواب: ان کو اصطلاح مناظرہ میں مدعی نہیں کہتے کیونکہ یہ دونوں اثبات حکم کے درپے نہیں ہوتے بلکہ یہ تو اس حکم کے اثبات کی نفی کے درپے ہوتے ہیں جسے کو خصم اور مد مقابل ثابت کرتا ہے اسی لئے تعریف کی شرح میں میں انہ اثبات کی قید لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہ ہو اور تعریف جامع مانع ہو جائے۔

سوال نمبر 59: مدعی کب اپنے دعوے کو دلیل یا تنبیہ سے ثابت کرتا ہے؟

جواب: جب حکم نظری ہو تو مدعی اس کو دلیل کے ذریعے ثابت کرتا ہے اور جب حکم بدیہی خفی ہو تو اس کو تنبیہ کے ذریعے ثابت کرتا ہے۔

نوٹ: بدیہی جو بلکل واضح ہو اس کی دو قسمیں ہیں:

(1) بدیہی اوّلی: یعنی جو روز روشن کی طرح واضح ہو۔

(2) بدیہی غیر اوّلی: یعنی جس میں کچھ خفاء ہو۔

اعتراض نمبر 21: مصنف نے جو تعریف میں بالدلیل کے بعد او التنبیہ لائے اور اس کو لاثبات الحکم کے متعلق کر دیا ہے یہ تسامح ہے کیونکہ تنبیہ حکم کو ثابت نہیں کرتی بلکہ فقط ثابت شدہ کو ظاہر کرتی ہے لہذا اس کو اثبات حکم کا متعلق بنانا درست نہیں؟

جواب: ممکن ہے کہ التنبیہ اثبات الحکم کا متعلق بنے اس تاویل کے ساتھ کہ اثبات حکم سے عموم مجاز مراد لیا جائے یوں کہ اثبات سے مراد حکم کو مخاطب کے ذہن میں پختہ کرنا اور یہ حکم کو پختہ کرنا کبھی اثبات یعنی دلیل کے ذریعے ہوتا ہے اور کبھی اظہار یعنی تنبیہ کے ذریعے لہذا التنبیہ کو اثبات الحکم کے متعلق کرنا درست ہے۔

سوال نمبر 60: قال المصنف فیما نقل عنہ فیہ مسامحۃ لان التنبیہ لایفید الاثبات اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: مصنف علیہ الرحمہ سے ایک مقام پر اسی کے حاشیہ میں یہ مذکورہ قول نقل کیا گیا کہ تنبیہ اثبات حکم کا فائدہ نہیں دیتی لہذا یہ تسامح ہے حالانکہ جب تنبیہ اثبات حکم کا فائدہ نہیں دیتی تو اس کو اثبات الحکم کے متعلق کرنا

تسامح تو نہ ہوا بلکہ ناجائز ہوا واضح طور پر غلط بیانی ہوئی کیونکہ یہ تو خلاف ظاہر مراد لینا ہے، اس اعتراض کا جواب اوپر بیان کر دیا گیا۔

سوال نمبر 61: مولانا عصام الدین نے جو مدعی کی تعریف کی ہے (کہ مدعی وہ ہے جو فائدہ دے اس بات کا کہ نسبت واقع کے مطابق ہے) اس تعریف کو مصنف نے کیوں ذکر نہ فرمایا؟

جواب: کیونکہ اس پہ ایک اعتراض وارد ہوتا ہے لہذا اس تعریف کو ذکر نہ فرمایا کیونکہ اس تعریف میں کلام ہے اس لئے کہ یہ تعریف ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جس نے چند جملے خبریہ بولے ہوں کیونکہ جملہ خبریہ تمام کے تمام بالاتفاق وضعی طور پر سچے ہوتے ہیں لیکن اس پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بعض قضایا و جملے ایسے ہیں جن کے سچے ہونے کا دعوی نہیں کیا جاسکتا جیسے شرطیات کے اطراف یعنی مقدم و تالی لہذا یہ تعریف غیر کے دخول سے مانع نہ ہوئی۔

سوال نمبر 62: اقول معنی کلامہ ان المدعی من تصدی نفسہ لافادۃ مطابقۃ النسبۃ الخبریۃ للواقع علی ان اطراف الشرطیات حین کونہا اطرافالہا لیست بجمل اس عبارت کی مکمل وضاحت فرمائیں؟

جواب: اس عبارت میں مولانا عصام الدین کی تعریف پر ہونے والے اعتراض کا جواب دیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا: مولانا کی تعریف کا معنی ہے مدعی وہ ہے جو درپے ہو اس بات کے کہ وہ نسبت خبریہ جو واقع کے مطابق ہے اس کا افادہ کرے، پھر دوسرے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ شرطیات جب اطراف ہوں تو اس وقت وہ جملہ ہی نہیں ہوتے۔

سوال نمبر 63: مستدل اور معلل کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: مدعی اگر دلیل انی دے یعنی علت پہ معلول سے استدلال کرے تو اسے مستدل کہا جاتا ہے۔

اور اگر مدعی دلیل لمی دے یعنی معلول پر دلیل کے ساتھ استدلال کرے تو اسے معلل کہا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات ان دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے مطلقا دلیل سے تمسک کرنے والے کے معنی میں یعنی دلیل سے تمسک کرنے والے کو متمسک کہا جاتا ہے اب چاہے وہ متمسک معلل ہو یا مستدل ہو۔

تعریف السائل

سوال نمبر64:سائل کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب:جو شخص اپنے آپ کو بغیر دلیل کے اس حکم کی نفی کا پابند کرلے جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہو۔

سوال نمبر65:فعلی یصدق علی المناقض فقط سے کونسا اعتراض ہوتا ہے مع جواب بیان فرمائیں؟

جواب:یہاں سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

اعتراض:سائل کی مذکورہ تعریف فقط مناقض پر صادق آتی ہے معارض اور مانع پر صادق نہیں آتی لہذا یہ تعریف جامع مانع نہیں ہے کیونکہ "مانع" حکم کی نفی نہیں کرتا بلکہ دلیل کو طلب کرتا ہے اور معارض مدعی کی نقیض کو ثابت کرتا ہے جبکہ یہ دونوں بھی مدعی کے مقابلے میں ہوتے ہیں لہذا ان پر بھی تعریف صادق آنی چاہیے؟

جواب: کبھی کبھار سائل کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے جو عام ہو کہ جو بھی شخص مدعی کے کلام کے خلاف کلام کرے اس کو سائل کہتے ہیں اب عام ہے وہ مدعی کے خلاف کلام کرنے والا چاہے مانع ہو، ناقض ہو یا معارض ہو۔

تعریف الدعوی

سوال نمبر66:دعوی کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب:دعوی وہ قضیہ جو حکم پر مشتمل ہو اور اس کا اثبات مقصود ہو۔

ضروری بحث:دعوی یعنی قضیہ تین چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے محکوم علیہ، محکوم بہ اور حکم پر نیز پورا قضیہ کل ہے اور حکم اس کا جزء۔

سوال نمبر67:الدعوی ما ای قضیۃ اس عبارت میں ما کے بعد قضیۃ لانے کی وجہ نیز اشتمال الکل علی الجزء کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: "ما" کے بعد قضیہ نکال کر بتادیا کہ دعوی صرف تصدیقات میں ہی پایا جاتا ہے تصورات میں نہیں پایا جاتا، نیز اشتمال الکل علی الجزء سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ایک شے کا دوسری شے پر مشتمل ہونا کئی طرح کا ہوتا ہے جیسے موصوف کا صفت پر، کلی کا جزئی پر، مظروف کا ظرف پر اور کل کا جزء پر لہذا یہاں پر کل کا جزء پر مشتمل ہونا ہے وہ یوں کہ قضیہ جو کہ کل ہے یہ مشتمل ہو رہا ہے حکم پر جو کہ جزء ہے۔

ضروری بحث: یاد رہے جس طرح کا دعویٰ ہوگا اسی طرح اس کو ثابت کیا جائے گا، کبھی کبھار دعوی نظری ہوتا ہے اور کبھی کبھار دعوی بدیہی اَوَّلی ہوتا ہے اس کو غیر خفی بھی کہتے ہیں اور کبھی دعوی بدیہی غیر اَوَّلی ہوتا ہے اس کو خفی بھی کہتے ہیں۔

سوال نمبر 68: المقصود اثباته اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: دعوی اگر نظری ہو تو اس کو دلیل کے ذریعے ثابت کیا جائے گا اور اگر دعویٰ بدیہی غیر اَوَّلی یعنی خفی ہو تو اس کو تنبیہ کے ذریعے ظاہر کیا جائے گا۔

سوال نمبر 69: قد یکون الحکم المدعی بدیہیا اولیا کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہاں سے ایک اعتراض کیا جا رہا ہے کہ

اعتراض: اگر دعویٰ نظری ہو تو دلیل کے ذریعے ثابت کیا جائے گا اور دعوی بدیہی خفی ہوگا تو تنبیہ کے ذریعے ظاہر کیا جائے گا لیکن اگر دعویٰ بلکل واضح اَوَّلی ہو تو اس کو کس کے ذریعے ثابت کیا جائے گا؟

جواب: ممکن ہے کہ اس کا جواب یوں دیا جائے کہ جب دعوی یا حکم بلکل واضح ہو تو فریقین کے مابین مناظرہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ نکلے ہوئے سورج کا منکر یا تو مجادل ہوگا یا تو مکابر ہوگا۔

ضروری بحث: یاد رہے کہ مسمیٰ یعنی ذات ایک ہی ہوتی ہے اور مختلف اعتبارات سے اس کے نام مختلف ہوتے ہیں جیسے سلیم صاحب ان کو جامعہ میں مدرس، مسجد میں امام، منبر پہ خطیب، مدرسے میں قاری کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر 70: دعوی کو کس اعتبار سے کیا کیا نام دیا جاتا ہے؟

جواب: اگر تو اس دعوی پر اعتراض کیا جائے یا اس دعوی کی دلیل پر سوال وارد کیا جائے تو اسے مسئلہ اور اگر اس دعوی کی دلیل پر بحث وارد ہو تو مبحث اور اگر دعوی اس دلیل سے مستفاد ہو تو نتیجہ اور دعوی کلی ہو تو قاعدہ و قانون کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر71: المطلوب اعم تصوری او تصدیقی مذکورہ عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: دعوی اور مطلوب میں فرق بیان کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ دعوی فقط تصدیقات میں پایا جاتا ہے جبکہ مطلوب دعوی سے عام ہوتا ہے تصورات میں بھی پایا جاتا ہے "جیسا کہ ماہیت انسان" اور تصدیقات میں بھی پایا جاتا ہے "جیسا کہ عالم کا حادث ہونا"۔

سوال نمبر72: مطلوب اور مطلب میں فرق بیان فرمائیں؟

جواب: مطلوب اور مطلب میں فرق کے بارے میں دو مذہب ہیں:

(1) ان دونوں میں تساوی کی نسبت ہے یعنی جہاں مطلوب صادق آئے وہی مطلب صادق آئے گا کیونکہ جہاں پر یہ لحاظ کیا جائے کہ مطلوب طلب کی جگہ ہے یعنی اس میں طلب واقع ہے اس کو مطلب یا مطلوب کہا جائے گا اور اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ وہ طلب کی ہوئی چیز ہے تو وہ مطلوب ہے۔

(2) ان کے مابین نسبت تباین پائی جاتی ہے یعنی جن الفاظ کے ذریعے سے نامعلوم تصور اور تصدیق کو طلب کیا جائے تو اس نہ معلوم تصور و تصدیق کو مطلوب کہا جاتا ہے اور جس الفاظ کے ذریعے طلب کیا جائے تو اسے مطلب کہا جاتا ہے تصور کی مثال: الانسان ما ھو اس مثال میں "ما" مطلب ہے اور "الانسان" مطلوب ہے، تصدیق کی مثال: جیسے ھل العالم حادث اس مثال میں "ھل" مطلب ہے اور "العالم حادث" مطلوب ہے۔

ضروری بحث: لفظ تعریف عام طور پر کسی شے کی تعریف کرنے کے لئے بولا جاتا ہے جبکہ اصطلاح مناظرہ میں لفظ تعریف از خود ایک قسم ہے جس کے ذریعے مطلوب تصوری کا اکتساب کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر73: تعریف کی کی تعریف کو مقدم ذکر کرنے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: یاد رہے کہ مطلوب تصوری کا اکتساب تعریف کے ذریعے اور تصدیقی کا دلیل کے ذریعے ہوتا ہے اور تصورات تصدیقات پر مقدم ہوتے ہیں (ظاہری بات ہے پہلے شے کا تصور ہوتا ہے بعد میں تصدیق ہوتی ہے) لہذا تصورات کا جس سے اکتساب ہوتا ہے اس کو مقدم کر دیا گیا اس اعتبار سے کہ اس کے ذریعے تعریف کی اقسام بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔

تقسیم التعریف

سوال نمبر 74: تعریف کی کتنی قسمیں ہیں نیز ان کی تعریفیں بھی بیان فرمائیں؟

جواب: تعریف کی دو قسمیں ہیں: (1) حقیقی (2) لفظی

(1) حقیقی: جس کے ذریعے غیر حاصل صورت کو حاصل کرنے کا قصد کیا جائے۔

(2) لفظی: جس کے ذریعے مدلول اللفظ کی تفسیر کا قصد کیا جائے۔

سوال نمبر 75: فان علم وجودھا فبحسب الحقیقۃ و الا فبحسب الاسم مذکورہ عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہاں سے تعریف کی پہلی قسم حقیقی کی اقسام بیان کرنا مقصود ہے چنانچہ حقیقی کی دو قسمیں ہیں:

(1) بحسب الحقیقت: اگر غیر حاصل صورت کا وجود معلوم ہو تو تعریف بحسب الحقیقت ہو گی۔

(2) بحسب الاسم: اور اگر معلوم نہ ہو تو بحسب الاسم ہو گی۔

سوال نمبر 76: ان التعریف اما ان یحصل فی الذھن صورۃ غیر حاصلۃ اس عبارت سے کیا بیان کرنا مقصود ہے؟

جواب: یہاں سے تعریف کی وجہ حصر بیان کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ:

تعریف یاتو غیر حاصل صورت کو ذھن میں حاصل کرے گی یا صورت حاصلہ کا ماعد ایعنی بقیہ سے ممتاز ہونے کا فائدہ ہو دے گی دوسری کو **لفظی کہتے ہیں** کہ لفظ کے معنی معین کے مقابلے میں ہونے کی معرفت کرنا تعریف لفظی ہے اور لفظی کبھی مفرد ہوتی ہے (جیسے غضنفر کی اسد کے ذریعے تعریف کرنا) اور کبھی مرکب ہوتی ہے جیسے وجود کی تعریف الثابت العین سے اور عدم کی النفی العین سے کی گئیں سب کی علماء نے صراحت فرمائی کہ یہ مرکب ہیں۔ اور پہلے والی صورت **کو حقیقی کہتے ہیں** یہ بھی دو حال سے خالی نہ ہو گی یا تو ایسی صورت کو ذہن میں حاصل کرے گی جس کا وجود نفس الامر میں معلوم ہو گا یعنی اس کا وجود خارج میں پایا جائے گا اس کو بحسب الحقیقت کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف کہ یہ حیوان ناطق ہے اور اس کا وجود بھی خارج میں پایا جاتا ہے یا ایسی صورت کو ذہن میں حاصل کرے گی جس کا وجود اصطلاح کے اعتبار سے ہو اس کو بحسب الاسم کہتے ہیں جیسے ماہیات اعتباریہ ہیں اسم فعل کلمہ وغیرہ جیسا کہ کلمہ کی تعریف: ایسا لفظ جس کو مفرد معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

سوال نمبر 77: محقق طوسی صاحب رشیدیہ کی تعریف کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: محقق طوسی نے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ صاحب رشیدیہ کی "تعریف لفظی" لغت کے مناسب ہے کیونکہ الفاظ وغیرہ کی تعریف لغت میں کی جاتی ہے اور حقیقی کی تعریف لغت کے مناسب نہیں کیونکہ حقیقی کا تعلق عقلیات کے ساتھ ہے۔

سوال نمبر 78: لایقال تقسیم الحقیقی الی ماھو بحسب الحقیقۃ و الی ماھو بحسب الاسم تقسیم الی نفسہ و الی غیرہ مذکورہ عبارت کو واضح فرمائیں؟

جواب: یہاں ایک اعتراض کیا جارہا ہے کہ:

اعتراض: تعریف حقیقی کی بحسب الحقیقت کی طرف تقسیم تقسیم الی نفسہ ہے کیونکہ مقسم تعریف حقیقی ہے اور قسم بھی تعریف حقیقی ہے اور تعریف حقیقی کی بحسب الاسم کی طرف تقسیم کاری سے تقسیم الی غیرہ لازم آتی ہے کیونکہ مقسم تعریف حقیقی ہے اور قسم تعریف اسمی ہے؟

جواب: یہاں تقسیم الی نفسہ یا الی غیرہ لازم نہیں آتا کیونکہ مصنف علیہ الرحمہ نے مقسم یعنی حقیقی سے مراد اس کو لیا ہے جو ماہیت شے کی معرفت کا فائدہ دے اب ماہیت عام ہے چاہے موجود ہو یا نہ ہو اگر موجود ہو تو بحسب الحقیقت ہو گی (جو حقیقت موجودہ کی معرفت کا فائدہ دے اسے بحسب الحقیقت کہتے ہیں) یا بحسب الاسم ہو گی جو حقیقت اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا فائدہ دے اسے بحسب الاسم کہتے ہیں جیسا کہ وجہ حصر سے ظاہر ہے لہذا مقسم اور ہے اور اس کی قسمیں اور ہیں ایک ہی شے نہیں ہیں۔

سوال نمبر 79: مصنف علیہ الرحمہ نے ابن حاجب جیسے جید عالم کی تعریف سے اعراض کیوں کیا؟

جواب: کیونکہ اس تعریف میں کافی تکلفات ہیں لہذا اسی وجہ سے ابن حاجب کی تعریف سے اعراض فرمایا۔

سوال نمبر 80: التعریف الفظی قولہ بلفظ اظہر مرادف فیرد علیہ ان تعریفات الوجود اس عبارت میں کیا اعتراض ہوتا ہے مع جواب بیان فرمائیں؟

جواب: یہاں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ:

اعتراض: ابن حاجب کی تعریف (لفظ کی تفسیر کی جائے ایسے لفظ کے ساتھ جو زیادہ ظاہر ہو اور مترادف المعنی ہو) میں مترادف المعنی کی قید سے تعریفات وجود لفظیہ یعنی لفظی کی دوسری قسم مرکب تو خارج ہو جائے گی کیونکہ مترادف ہونا مرکب کا وصف نہیں مفرد کا وصف ہے

جواب: جب لفظ مرکب کے ذریعے تمیز مقصود ہو ماعدا سے ہو تو اس کی تفصیل مقصود نہیں ہوتی بلکہ من حیث المجموع مجموعہ کا اعتبار کیا جاتا ہے لہذا مرکب مفرد حکمی کے حکم میں ہو جائیگا اور اعتراض مندفع ہو جائے گا لیکن پھر بھی اس میں تکلف رہے گا۔

سوال نمبر 81: ابن حاجب کی تعریف میں کیا تکلف پایا جا رہا ہے؟

جواب: مترادف المعنی اس مفرد کا خاصہ ہے جو حقیقی طور پر مفرد ہو نہ کہ اس کا جو حکمی طور پر مفرد ہو لہذا مرکب جو کو بطور مجموعہ کے مفرد حکمی میں لیا گیا تھا خارج ہو جائے گا لہذا ابن حاجب کی تعریف سے عدول ہی میں عافیت اور تکلف سے حفاظت ہے۔

تعریف الدلیل

سوال نمبر82: دلیل کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: دلیل وہ ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہو تاکہ پہنچا جائے مجہول نظری تک۔

سوال نمبر83: دلیل کی مشہور تعریف بیان فرمائیں نیز مصنف نے اس تعریف سے عدول کیوں کیا؟

جواب: دلیل کی مشہور تعریف ہے: وھو ما یلزم من العلم بہ العلم بشیء آخر یعنی جس میں ایک شے کے جاننے سے دوسرے شے کا جاننا لازم آئے۔

اور مصنف علیہ الرحمہ نے اس مشہور تعریف سے اس لئے عدول کیا کہ اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔

سوال نمبر84: مشہور تعریف پر کیا اعتراض وارد ہوتا ہے مع جواب بیان فرمائیں؟

جواب: اس کے ظاہر پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے:

اعتراض: اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں لازم ہو گا وہاں ملزوم ہو گا جہاں ملزوم ہو گا وہاں لازم ہو گا حالانکہ لازم و ملزوم تو تصورات میں آتے ہیں جبکہ دلیل کا تعلق تصدیقات سے ہے جیسے زجیت اربعہ کو لازم ہے۔

جواب: اس کی توجیہ ممکن ہے کہ علم سے مراد تصدیق ہو تو معنی ہو گا ایک شے کی تصدیق سے دوسری شے کی تصدیق نظری لازم آئے بطریق اکتساب کے۔

سوال نمبر85: شارح نے علم سے تصدیق مراد لینے کی صورت میں فرمایا (کہ ایک شے کی تصدیق سے دوسرے کی تصدیق لازم آئے بطریق اکتساب کے) تو مطلقا تصدیق فرمایا تو یہاں سے کونسی تصدیق مراد ہے۔

جواب: یہاں تصدیق سے تصدیق نظری مراد ہے جو کہ بطریق اکتساب کی قید سے معلوم ہوا کیونکہ نظری اکتساب سے اور بدیہی تنبیہ سے حاصل ہوتی ہے اور بطریق اکتساب کا استفادہ تعریف میں کلمہ من سے کیا کیونکہ من تبعیضہ ہے جو اشارہ کرتا ہے اس بات کی طرف کہ تصدیق سے مراد بعض تصدیقات نظری ہیں۔

اعتراض نمبر22: دلیل کی مشہور تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں لازم ہو گا وہاں ملزوم ہو گا جہاں ملزوم ہو گا وہاں لازم ہو گا یعنی استلزام پایا جائے گا جیسے ایک دلیل جو قطعی بین الانتاج ہو وہاں ایک شے کے جاننے سے دوسری شے کا جاننا لازم آیا یہاں تو استلزام پایا گیا کہ دلیل سے اس کا قطعی اور بین الانتاج ہونا لازم آیا لیکن بعض اوقات ایسی دلیل بھی ہوتی ہے جو بین الانتاج نہیں ہوتی وہاں ایک شے کے جاننے سے دوسری شے کا جاننا لازم نہیں آتا حالانکہ وہ بھی تو دلیل ہے یہاں استلزام نہیں پایا گیا لہذا یہ تعریف جامع نہیں۔

جواب نمبر86: اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

(1) اگر تو اس مشہور تعریف کو محمول کیا جائے دلیل قطعی بین الانتاج پر تو یہ استلزام (استلزام کہتے ہیں جس کا دوسری شے سے جدا ہونا ناممکن ہو اور یہ اس کا حقیقی معنی ہے جیسے زوجیت اربعہ کے لئے) کے معنی میں ہو گی۔

(2) اور اگر دلیل سے مراد عام ہو یعنی بین الانتاج ہو یا غیر بین الانتاج تو اس صورت میں استلزام کو محمول کیا جائے گا ایسی مناسبت پر جو انتقال کو صحیح کر دے (یعنی ذہن کا دوسری شے کی طرف منتقل ہونا صحیح ہو جائے) نہ کہ امتناع انفکاک (جس کا دوسری شے سے جدا ہونا ناممکن ہو) پر محمول کیا جائے گا، لہذا تعریف جامع مانع ہی ہے استلزام والا معنی پوری طرح صادق آرہا ہے لہذا تعریف جامع مانع ہے۔

اعتراض نمبر23: مصنف نے جو دلیل کی تعریف کی ہے یہ جامع نہیں ہے کیونکہ یہ اس دلیل فاسد کو شامل نہیں جو مطلوب تک نہ لے جائے حالانکہ یہ دلیل ہے اور دو قضیوں سے مرکب ہوتی ہے؟

جواب: ھو المرکب من قضیتین للتادی الی مجھول نظری اس تعریف میں للتادی کا لام غرض کے لئے ہے اب عام ہے کہ دو قضیوں کے مرکب ہونے کے بعد غرض حاصل ہو یا نہ ہو۔

اعتراض نمبر24: مصنف نے فرمایا کہ دلیل وہ ہوتی ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہو حالانکہ کبھی کبھار دلیل دو سے زائد قضیوں سے بھی مرکب ہوتی ہے لہذا تعریف جامع نہ ہوئی؟

جواب: بہت بڑا اعتراض کر دیا ہم نے سوچا شائد ہم تو مغلوب ہو گئے حضور والا دلیل جب دو سے زائد قضیوں سے مرکب ہو گی تو اسے دلیلان یا ادلہ کہہ دے گے چونکہ عام طور پر دلیل دو قضیوں سے مرکب ہوتی ہے اس لئے دو کا ذکر کیا۔

سوال نمبر 87: وقولہ من قضیتین اولی من قول البعض من مقدمتین اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا: دلیل کی تعریف میں مصنف کا من قضیتین کہنا اولی ہے بعض کے من مقدمتین کہنے سے کیونکہ مقدمہ دلیل کا جزء ہوتا ہے تو معنی ہو گا دلیل وہ ہے جو دلیل کے دو جزؤں سے مرکب ہو کیونکہ دلیل کی تعریف موقوف ہے مقدمہ کی معرفت پر اور مقدمہ کی معرفت موقوف ہے دلیل پر تو اس سے دور لازم آتا۔

سوال نمبر 88: اصولیوں کے نزدیک دلیل کی تعریف کیا ہے مع مثال کے واضح فرمائیں؟

جواب: اصولیوں کے ہاں دلیل کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ شے دلیل ہے جس کے احوال میں صحیح غور و فکر کر کے مطلوب خبری تک پہنچا جا سکے، جیسے عالم جو اس میں صحیح نظر کے ساتھ غور و فکر کرے گا تو یوں کہ گا: انہ متغیر وکل متغیر حادث لہذا وہ شخص مطلوب خبری تک پہنچ جائے گا اور کہہ گا العالم حادث، اصولیوں کے نزدیک العالم دلیل ہے جبکہ حکماء کے نزدیک العالم متغیر وکل متغیر حادث پورا جملہ دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک دلیل دو قضیوں دے مرکب ہوتی ہے۔

سوال نمبر 89: تنبیہ اور دلیل کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: اگر مرکب من قضیتین (جع دو قضیوں سے مرکب ہو) کو دعوی بدیہی خفی کے خفاء کو زائل کرنے لئے ذکر کیا جائے تو اسے تنبیہ کہتے ہیں۔

اور جس تصدیق سے دوسری شے کی تصدیق یقینی لازم آئے اس ملزوم علم کو دلیل کہا جاتا ہے۔

اور اگر تصدیق سے دوسری شے کی تصدیق ظنی لازم آئے تو اسے امارت کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر 90: وینبغی ان یلاحظ ان المراد بالاستلزام ھی المناسبۃ المصححۃ للانتقال اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہاں بھی وہی کلام کر رہے ہیں جو ما قبل دلیل پر کر چکے کہ یہاں بھی ملزوم علم یعنی استلزام سے مراد ایسی مناسبت جو انتقال کو صحیح کر دے تا کہ اس پر یہ اعتراض وارد نہ ہو کہ یہ قیاس غیر بین انتاج پر صادق نہیں آ رہی جیسے شکل رابع غیر بین انتاج ہو تا ہے۔

سوال نمبر 91: مصنف علیہ الرحمہ نے دلیل کی تعریف (ھو المرکب من قضیتین للتادی الی مجھول نظری) میں لفظ شی کو کیوں ذکر نہ فرمایا جیسے متقدمین نے دلیل کی مشہور تعریف (وھو مایلزم من العلم بہ العلم بشی آخر) میں ذکر فرمایا ہے؟

جواب: تا کہ اس پر یہ اعتراض وارد نہ ہو:

اعتراض: مدلول کبھی کبھار تو عدمی ہو تا ہے کیسے اس پر لفظ شے کا اطلاق ممکن ہو سکے گا؟

جواب: اگر لفظ شے ذکر کرتے تو یہ جواب دینے کی طرف تکلف کرنا پڑ تا کہ شے سے مراد جس کے بارے میں جاننا اور خبر دینا صحیح ہو لہذا اس پر بھی لفظ شے کا اطلاق ہو جائے گا۔

تعریف التقریب

سوال نمبر 92: دلیل کے بعد تقریب کی تعریف لانے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: کیونکہ علم تک پہنچے میں تقریب کا ہونا ضروری ہے اس لئے دلیل کے بعد تقریب کی بحث لائے۔

ضروری بحث: تقریب کی دو قسمیں ہیں:

(1) اگر دلیل دعوی کے مطابق ہو تو تقریب تام ہو گی۔

(2) اگر دلیل دعوی کے مطابق نہ ہو تو تقریب ناقص ہو گی۔

سوال نمبر93: تقریب کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: دلیل کو ایسے طریقہ پر چلانا کہ وہ علم بالمطلوب کو مستلزم ہو جائے، یعنی اگر دلیل یقینی ہو گی تو مطلوب بھی یقینی ہو گا اور اگر دلیل ظنی ہو گی تو مطلوب بھی ظنی ہو گا۔

سوال نمبر94: تعریف میں استلزام سے کونسا استلزام مراد ہے؟

جواب: یہاں استلزام سے مراد وہ مناسبت ہے جو انتقال کو درست کر دے۔

تعریف التعلیل

سوال نمبر95: تعلیل کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: کسی شے کی علت کو بیان کرنا تعلیل کہلاتا ہے۔

ضروری بحث: یاد رہے علت کی تین قسمیں ہیں: (1) علت تامہ (2) علت ناقصہ (3) علت مطلقہ

سوال نمبر96: تعلیل کی تعریف میں علت سے کونسی علت مراد ہے؟

جواب: تعلیل کی تعریف میں لفظ تبیین کے قرینے سے معلوم ہوا کہ یہاں علت سے علت تامہ مراد ہے اس اعتبار سے کہ تبیین سے مقصود اصلی مطلوب کا علم ہے اور علم بالمطلوب علت تامہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

سوال نمبر97: فسقط ما قیل انہ لا یصح ھاھنا ارادۃ العلۃ التامۃ، ولا ارادۃ العلۃ الناقصۃ ولا ارداۃ اعم منھما اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہاں ایک اعتراض کو حل کیا جا رہا ہے کہ

اعتراض: تعلیل کی تعریف میں علت سے مراد تین علتوں میں سے کوئی بھی علت مراد نہیں لے سکتے، علت تامہ، ناقصہ اس لئے مراد لینا درست نہیں کیونکہ تعریف میں علت عام ہے اور علت تامہ، ناقصہ خاص ہیں اور قاعدہ ہے کہ عام کی خاص پر دلالت نہیں ہو سکتی، اسی طرح علت سے جو عام ہو (یعنی علت مطلقہ)

بھی مراد لینا درست نہیں کیونکہ یہ علت مطلوب کے علم کو ثابت نہیں کرتی جبکہ مقصود علم بالمطلوب ہی ہوتا ہے لہذا جب وہ حاصل ہی نہ ہوگا اس کو مراد لینا ہی صحیح نہیں؟

جواب: یہاں علت سے مراد علت تامہ ہے اور عام کی خاص پر دلالت اس وقت صحیح نہیں جب کوئی قرینہ نہ پایا جائے اور جب کوئی قرینہ پایا جائے تو عام کی خاص پر دلالت صحیح ہے لہذا یہاں لفظ تبیین کے قرینہ سے علت تامہ مراد لینا درست ہے۔

سوال نمبر 98: اجاب بعضهم من ان المراد الاول بقرينة ان العلم لايحصل الا به اس عبارت کی وضاحت فرمائیں نیز مذکورہ اعتراض کا تیسرا جواب بھی بیان فرمائیں؟

جواب: یہاں پہلے کئے گئے اعتراض کا دوسرا جواب دیا جارہا ہے کہ علت سے مراد علت تامہ ہے اس قرینہ کے ساتھ کہ علم اسی کے ساتھ ہی حاصل ہوتا ہے،

لیکن یہ جواب بھی کسی خدشہ سے خالی نہیں کیونکہ مجموعہ (علم بالمطلوب) سے جزء (علم) کو قرینہ بنانا درست نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے بنایا ہے۔ تیسرا یہ جواب دیا کہ تعریف میں علت مطلقا ہے اور جو مطلق ہوتا ہے فرد کامل کی طرف لوٹتا ہے (یہ بھی قرینہ ہے) اور فرد کامل علت تامہ میں ہی پایا جاتا ہے لہذا علت سے علت تامہ مراد ہے۔

<u>**سوال نمبر** 99: تبيين علة الشيء اس میں لفظ الشیء میں الف لام کونسا ہے؟</u>

جواب: الشیء میں الف لام عہد کا ہے اور معہود دعوی ہے کیونکہ الف لام عہدی وہ ہوتا ہے جس کا معہود ذہن میں ہو چونکہ پیچھے بات دعوی کی چل رہی تھی تو الشیء سے مطلقا کوئی چیز مراد نہیں بلکہ دعوی مراد ہے کیونکہ علت کو بیان کیا جاتا ہے دعوی کو ثابت کرنے کے لئے اس لئے شے سے مراد دعوی ہے۔

ضروری بحث: یاد رہے علت کی اولاً دو قسمیں ہیں: (1) علت قریبہ (2) علت بعیدہ

اور پھر ان کی چار قسمیں ہوتی ہیں کیونکہ کسی بھی چیز میں چار علتیں ضرور پائیں جاتی ہیں:

(1)علت فاعلی: یعنی کرنے والا جیسے کائنات کو بنانے والی ذات علت فاعلی ہے۔

(2)علت غائیہ: یعنی اس چیز کو کس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے جیسے کرسی بیٹھنے کے لئے بنائی گئے ہے۔

(3)علت مادیہ: یعنی کوئی بھی چیز بنتی ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی مادہ ہوتا ہے مثلاً گھر مختلف چیزوں سے مل کر بنتا ہے۔
(4)علت صوریہ: یعنی جو چیز بنائی گئی ہے اس کی کوئی نہ کوئی شکل وصورت بھی ہوگی جیسے کرسی کی ایک صورت ہے۔

سوال نمبر100: علت کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: علت اسے کہتے ہیں جس کی طرف شے اپنی ماہیت یا اپنے وجود میں محتاج ہو اسے علت تامہ بھی کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر101: جس کی شے ماہیت و وجود میں محتاج ہو اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ماہیت میں محتاج سے مراد کہ شے اس علت کے بغیر متصور ہی نہ ہو جیسے قیام، رکوع، سجود، قعدہ اخیرہ نماز کے لئے کہ ان کے بغیر نماز کا تصور ہی نہ ہو گا، نیز ان افعال کو رکن کہا جاتا ہے، اس میں دو علتیں پائی جارہی ہیں پہلی علت مادیہ اور دوسری علت صوریہ۔

اور اپنے وجود میں محتاج ہونے سے مراد کہ شے کے وجود میں مؤثر ہو یا اس شے کے مؤثر میں مؤثر ہو اور اس کے بغیر وہ شے پائی ہی نہ جائے جیسے نماز کے لیے نمازی، کہ نمازی ہو گا تو نماز ہو گی یہاں بھی دو علتیں پائی جارہی ہیں پہلی علت فاعلی کہ شے میں مؤثر ہو دوسری علت غائیہ کہ شے کے مؤثر میں مؤثر ہو جیسے طہارت نماز کے لئے۔

تعریف الملازمة

سوال نمبر102: علت کے بعد ملازمہ کی تعریف لانے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: کیونکہ تعلیل کبھی بصورت قیاس استثنائی ہوتی ہے اور کبھی قیاس اقترانی ہوتی ہے اور قیاس استثنائی میں کبھی شرط قضیہ متصلہ ہوتی ہے اور کبھی شرط قضیہ منفصلہ ہوتی ہے لہذا قیاس استثنائی میں پہلا مقدمہ اگر شرطیہ

متصلہ ہو تو وہ قیاس استثنائی اتصالی ہو تا ہے اور اگر شرطیہ منفصلہ ہو تو وہ قیاس استثنائی انفصالی ہو تا ہے اور ان دونوں کے مابین تلازم وملازمہ ہو گا اس لئے تعلیل کے بعد ملازمہ لائے۔

سوال نمبر103: ملازمہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: ایک حکم کا دوسرے حکم کے لئے مقتضی ہونا یعنی جب حکم اول پایا جائے تو حکم ثانی بھی پایا جائے۔ جیسے: وجود نہار اور طلوع شمس کے مابین تلازم پایا جارہا ہے کہ طلوع شمس تقاضا کرتا ہے وجود نہار کا اور وجود نہار طلوع شمس کا مقتضی یعنی تقاضا کرنے والا ہے لہذا "کون الشمس طالعة" ملزوم یعنی مقتضِی ہے اور "کون النہار موجودا" لازم یعنی مقتضٰی ہے۔

تعریف المنع

سوال نمبر104: منع کی تعریف بیان فرمائیں نیز اس طلب کو اور کیا نام دیا جاتا ہے؟

جواب: منع کہتے ہیں مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا۔ اور اس طلب کو جیسے منع کہا جاتا ہے ایسے ہی اس کو مناقضہ اور نقض تفصیلی بھی کہا جاتا ہے۔

اعتراض نمبر24: صاحب کتاب نے منع کی تعریف (طلب الدلیل علی مقدمة معینة) میں مقدمہ کے بعد ضمیر کیوں نہیں لائے جو دلیل کی طرف لوٹتی یعنی مقدمہ کی اضافت ضمیر کے ذریعے دلیل کی طرف کیوں نہ کی؟

جواب: اگر مقدمہ کے بعد ضمیر لاکر اس کا مرجع "دلیل" ٹھہراتے تو اس کے ظاہر سے یہ وھم پیدا ہوتا ہے کہ مطلوب "دلیل مطلوب" کے مقدمہ پر دلیل کو طلب کرنا ہے حالانکہ سائل نے تو ابھی مقدمہ پر دلیل کو طلب کیا ہے لہذا دلیل تو ابھی موجود ہی نہیں ہے تو دلیل مطلوب جو موجود ہی نہیں اس کے مقدمہ پر کیسے دلیل طلب کی جاسکتی ہے اس لئے مصنف نے مقدمہ کی دلیل کی طرف اضافت نہیں کی، اور بعض لوگوں نے مقدمہ کی دلیل کی طرف جو اضافت کی ہے اس کی بھی تاویل ممکن ہے اس لئے مصنف نے اس ضمیر لوٹانے کو غلط نہیں کہا

بلکہ فرمایا کہ اس کے ظاہر سے وھم ہے بہر حال اس کی تاویل یوں ممکن ہے کہ مقدمہ میں ضمیر کا مرجع اس دلیل کو ٹھہرائے جو مدعی نے اپنے دعوی پر پیش کی ہے۔

ضروری بحث: نقض تفصیلی: مقدمہ معینہ پر وارد ہوتا ہے اور نقض اجمالی: پورے مقدمہ پر وارد ہوتا ہے اس میں مقدمہ معین نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر 25: مصنف علیہ الرحمہ نے منع کی تعریف میں مطلقا مقدمہ کیوں نہیں کہا اس کو معین کیوں کر دیا؟

جواب: مقدمہ کو معینہ کے ساتھ خاص کیا تاکہ نقض اجمالی کے ساتھ نقض وارد نہ ہو اور نقض اجمالی سے احتراز ہو جائے اور وہ اس تعریف سے خارج ہو جائے کیونکہ نقض اجمالی پورے مقدمہ پر وارد ہوتا ہے۔

اعتراض نمبر 26: منع کی تعریف میں مصنف نے مقدمہ معینہ کہا اس تو سمجھ آرہا ہے کہ منع فقط دلیل کے ایک ہی مقدمہ پر وارد ہوتی ہے حالانکہ کبھی کبھار منع دلیل کے دو مقدموں پر بھی وارد ہوتی ہے جیسے کوئی **حنفی معلل کہے**: الزکاۃ واجبۃ فی حلی النساء (یعنی عورتوں کے زیورات میں زکوۃ فرض ہے) اس پہلے مقدمہ پر دلیل یہ دے کہ لانہ متناول النص (کیونکہ نص ان کو شامل ہے اور نص حضور ﷺ کا فرمان: اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو) اور دوسرا مقدمہ: کل ما ھو متناول النص فھو جائز الارادۃ (ہر وہ شے جس کو نص شامل ہو وہ جائز الارادۃ ہوتی ہے اس کو مراد لینا جائز ہے یعنی اس میں زکوۃ کے واجب ہونے کا قول کرنا درست ہے)

تیسرا مقدمہ: وکل ما ھو جائز الارادۃ فھو مراد ینتج ان محل النزاع مراد (اور ہر وہ شے جو جائز الارادہ ہو تو وہی مراد ہوتی ہے لہذا نتیجہ نکلا محل نزاع (عورتوں کے زیورات میں زکوۃ فرض ہے) شافعی سائل پہلے مقدمہ پر منع وارد کرتے ہوئے کہے: لانسلم ان محل النزاع متناول النص (محل نزاع کو نص شامل ہے ہم تسلیم ہی نہیں کرتے) دوسرے مقدمہ پر منع وارد کرتے ہوئے کہے: وان سلمناہ لکن لانسلم ان کل ما ھو متناول النص فھو جائز الارادۃ (اگر پہلے مقدمہ کو مان بھی لیں لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جس کو نص شامل ہو اس کو مراد لینا جائز ہے) تیسرے مقدمہ پر منع وارد کرتے کہے: فان سلمنا ذلك لکن لانسلم ان کل ما ھو جائز الارادۃ فھو

مراد (اور اگر ہم دوسرے مقدمہ کو مان بھی لیں لیکن ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ جو جائز الارادہ ہو وہی مراد ہوتی ہے)؟

جواب: بے شک آپ پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ منوع ہیں ایک منع نہیں ہے جب مقدمات ہوں گے تو زیادہ منع وارد ہوں گی جب زیادہ ہوں گی تو منوع کہا جائے گا لہذا مصنف نے مقدمہ معینہ بول حد بندی نہیں کی۔

تعریف المقدمة

سوال نمبر 105: منع کے بعد مقدمہ کی تعریف لانے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: کیونکہ مقدمہ منع کی تعریف سے ماخوذ ہے اسی وجہ سے منع کے بعد مقدمہ کی بحث لائے کیونکہ اس کی وضاحت ضروری ہے۔

سوال نمبر 106: مقدمہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: مقدمہ وہ شے جس پر صحت دلیل (دلیل کا صحیح ہونا) موقوف ہو عام ازیں وہ جزء دلیل ہو یا جزء دلیل نہ ہو (یعنی مقدمہ کبھی دلیل کا جزء ہوتا ہے اور کبھی دلیل کا جزء نہیں ہوتا جیسے دلیل میں "شرائط" کلیہ کبری اور کلیہ صغری یہ جزء دلیل نہیں ہوتے)۔

سوال نمبر 107: فکان تعریف المقدمة من تتمه تعریف المنع اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ مقدمہ کی تعریف منع کی تعریف کا تتمہ ہے کہ جب تک مقدمہ کی تعریف نہیں ہوئی تھی تب تک منع کی تعریف ادھوری تھی کیونکہ مقدمہ عام ہے دلیل کا جزء ہو یا نہ ہو لہذا منع کی تعریف میں بھی مقدمہ عام ہو گیا لہذا یہ منع کے لئے تتمہ ہوا۔

سوال نمبر 108: ولا شك فی ان قید الحیثیات یعتبر فی التعریفات فکان حاصل تعریف المنع طلب الدلیل علی مقدمة معینة من حیث ھی مقدمة اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: صاحب رشیدیہ ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ: تعریفات میں حیثیات کی قید کا اعتبار کیا جاتا ہے تو اس صورت میں منع کی تعریف کچھ یوں ہوگی: طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ من حیث ھی مقدمۃ یعنی مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کرنا اس حیثیت سے کہ وہ مقدمہ ہے یعنی اس پر صحت دلیل موقوف ہے۔

اعتراض نمبر 27: مصنف نے جو منع کی تعریف کی ہے وہ مانع نہیں ہے کہ کبھی کبھار مدعی (دعوی) پر بھی دلیل طلب کرلی جاتی ہے اور وہ مدعی نفس الامر میں دلیل کا جزء ہوتا ہے لہذا یہ بھی مقدمہ ہوا تو اس پر بھی جب دلیل طلب کی جائے گی تو منع کی تعریف صادق آئے گی حالانکہ اس مدعی کو منع نہیں کہا جاتا؟

جواب: مدعی پر جو دلیل طلب کی جاتی ہے وہ اس حیثیت سے نہیں کی جاتی کہ وہ مقدمہ ہے کہ اس پر صحت دلیل موقوف ہے لہذا منع کی تعریف اس پر صادق نہیں آئے گی۔

ضروری بحث: منع کی تعریف طلب الدلیل علی مقدمۃ معینۃ کے ساتھ کی گئی ہے اس میں "طلب" مصدر ہے اور مصدر کبھی اسم فاعل کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی اسم مفعول کے معنی میں ہوتا ہے لہذا "طلب" مصدر جب مبنی للفاعل ہوگا تو یہ "طالب" کے معنی میں ہوگا اور طالب (طلب کرنے والا) مانع ہی ہوتا ہے لہذا "طلب" مانع کی صفت ہوگا ایسے ہی جب "طلب" مصدر مبنی للمفعول ہوگا تو "مطلوب" کے معنی میں ہوگا لہذا یہ دلیل کی صفت بنے گا کیونکہ جس کو طلب کیا جاتا ہے وہ دلیل ہوتی ہے لہذا تعریف میں طلب یا تو مانع کی صفت ہوگی یا دلیل کی صفت ہوگی۔

اعتراض نمبر 28: مانعین (منع وارد کرنے والوں) کا یہ قول ھذہ المقدمۃ الممنوعۃ درست نہیں کیونکہ جب مقدمہ ممنوعہ ہے تو ممنوع "مطلوب" اسم مفعول کے معنی میں ہوگا کیونکہ منع کی تعریف طلب سے کی گئی تھی جبکہ مطلوب "دلیل" کی صفت ہوتا ہے لہذا یہاں ھذہ المقدمۃ الممنوعۃ میں ممنوعۃ بمعنی مطلوب "مقدمہ" کی صفت واقع ہو رہا ہے جبکہ قاعدہ ضابطہ تھا طلب یا تو دلیل کی صفت ہے یا منع کی لہذا یہ مقولہ بولنا درست نہیں کیونکہ اگر طلب کو مانع کی یا دلیل کی صفت بنایا جائے تو مانعین کا مذکورہ مقولہ باطل ہو جائے گا اور اگر طلب کو مقدمہ کی صفت بنایا جائے تو یہ ضابطہ باطل ہو جائے گا کہ طلب اگر مبنی للفاعل ہو تو منع کی صفت اور مبنی اللمفعول ہو تو دلیل کی صفت بنتا ہے لہذا دونوں صورتوں میں ایک ضابطہ ضرور باطل ہوگا؟

جواب: کچھ لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ منع کی تعریف میں "طلب" مبنی للفعول یعنی مطلوب کے معنی میں ہے لہذا ان کے نزدیک منع کا معنی ہو گا کہ جس مقدمہ پر دلیل کو طلب کیا جائے۔

اس معنی کے مطابق "طلب" مبنی للمفعول بھی رہا اور دلیل کی صفت بھی رہا لہذا مانعین کا مقولہ باطل نہیں ہو گا کہ اس کا معنی بھی یہ ہی ہے کہ جس مقدمہ پر دلیل کو طلب کیا جائے، کیونکہ بلاوجہ اہل علم کے مقولوں کو باطل کرنا درست نہیں۔

سوال نمبر 109: مقدمہ کی تعریف (ما یتوقف علیہ صحۃ الدلیل) سے کونسی بات معلوم ہوتی مناظرہ رشیدیہ کی روشنی میں واضح فرمائیں؟

جواب: اس تعریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مانع جس کا انکار کر رہا ہے وہ یہ بھی ثابت کرے کہ آپ کی صحت دلیل اسی مقدمہ پر موقوف ہے جس پر میں منع وارد کر رہا ہوں تاکہ اس کی منع قابل مسموع ہو جائے اور بہت ساری چیزوں میں منع عام ہے مانع منع تو کرتا ہے لیکن اسی مقدمہ پر صحت دلیل کے موقوف ہونے کو ثابت کرنا مشکل کام ہے جیسے دلیل کا منتج (نتیجہ دینا) صغری کا موجبہ ہونا اور کبری کا کلیہ ہونا ان پر بھی صحت دلیل موقوف ہوتی ہے لیکن انہی پر ہی صحت دلیل موقوف نہیں ہوتی کیونکہ ہو سکتا ہے دلیل کا صحیح ہونا اس بات پر موقوف ہو کہ اصغر حد اوسط کے تحت مندرج ہو اور ہو سکتا ہے کہ یہ سب (یعنی دلیل کا منتج ہونا اور صغری کا موجبہ ہونا کبری کا کلیہ ہونا) اس اندراج کے لوازم ہوں لہذا جب تک یہ بات ثابت نہ کر لی جائے کہ ملزوم پر جو شے موقوف ہوتی ہے وہ اس کے لوازم پر بھی موقوف ہوتی ہے اس وقت تک توقف کو ثابت کرنا درست نہیں کہ ہو سکتا ہے دلیل کی صحت کسی اور پر موقوف ہو لہذا ایسے ہی منہ اٹھا کر توقف ثابت کرنا کانٹے دار جھاڑیوں میں ہاتھ مارنے کے مترادف ہے کہ سوائے درد والم کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

نوٹ: مذکورہ عبارت ایک اعتراض تھا جس کا جواب کتاب کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

تعریف السند

سوال نمبر 110: مقدمہ کے بعد سند کو لانے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: کیونکہ کبھی کبھار مانع بات کو پختہ کرنے کے لئے منع کے ساتھ سند کو ذکر کر دیتا ہے اس لئے مقدمہ کے بعد سند کی بحث لے آئے۔

سوال نمبر 111: سند کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان فرمائیں؟

جواب: سند کا لغوی معنی: جس سے آپ ٹیک لگائیں وہ چاہے دیوار ہو یا کوئی اور شے اس کو سند کہتے ہیں اور سند کو مستند بھی کہتے ہیں۔

سند کا اصطلاحی معنی: منع کی تقویت و مظبوطی کے لئے جس کو ذکر کیا جائے اسے سند کہتے ہیں چاہے وہ سند نفس الامر میں تقویت کا فائدہ دے یا نہ دے، سند کو مستند بھی کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر 112: سند کی تعریف کے بعد شارح سواء کان مفیدا فی الواقع او لا و یندرج فیہ الصحیح والفاسد کس وجہ سے لائے؟

جواب: مصنف یہاں سے سند کی دو قسموں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ:

(1) **سند صحیح:** وہ سند جو نفس الامر (یعنی حقیقت) میں منع کی تقویت کا فائدہ دے۔

(2) **سند فاسد:** وہ سند جو نفس الامر میں منع کی تقویت کا فائدہ نہ دے۔

ضروری بحث: خاص میں عام ضرور پایا جاتا ہے جہاں جہاں خاص پایا جائے گا وہاں وہاں عام بھی پایا جائے گا جیسے جہاں انسان پایا جائے گا وہاں حیوان بھی پایا جائے گا لیکن جہاں عام (حیوان) پایا جائے وہاں خاص (انسان) کا پایا جانا ضروری نہیں لہذا ان کے مابین نسبت عموم خصوص مطلق ہے۔

سوال نمبر 113: سند صحیح اور سند فاسد کی پہچان کا طریقہ بیان فرمائیں؟

جواب: سند صحیح کی پہچان کا طریقہ: جو سند "مقدمہ ممنوعہ" کی نقیض سے اخص ہو یا اس کے مساوی ہو تو وہ سند صحیح ہو گی۔

سند فاسد کی پہچان کا طریقہ: وہ سند جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے عام مطلق ہو یا عام من وجہ ہو تو وہ سند فاسد ہو گی

اعتراض نمبر 29: سند فاسد اصطلاحی طور پر سند ہی نہیں ہے اسی وجہ سے علماء نے ذکر فرمایا کہ ان ھذا لا یصلح للسندیۃ یعنی سندِ فاسد "سند" بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی لہذا سند کی ایک ہی قسم ہے سند صحیح؟

جواب: حضور والا آپ علماء کرام کے قول کا معنی نہیں سمجھ پائے!

ان کے قول کا معنی ہے: جو سند تقویتِ منع کا فائدہ نہ دے وہ ایسے ہی ہے گویا سند ہی نہیں ہے لہذا بالکلیہ سند فاسد کی نفی نہیں کی بلکہ تشبیھا فرمایا۔

تعریف النقض

سوال نمبر 114: نقض کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان فرمائیں؟

جواب: ***نقض کا لغوی معنی:*** الکسر یعنی توڑنا۔

اصطلاحی معنی: معلل (یعنی مدعی) کی دلیل کو باطل کر دینا اس کی دلیل کے تام ہونے کے بعد ایسے شاھد سے تمسک کرتے ہوئے جو اس بات پر دلالت کرے کہ مدعی کی دلیل قابل استدلال نہیں، نقض کو نقض اجمالی بھی کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر 115: مدعی کی دلیل قابل استدلال نہیں یہ کیسے ثابت کیا جائے گا؟

جواب: مدعی سے کہا جائے گا کہ تمہاری دلیل فساد کو مستلزم ہے اب فساد چاہے مدلول کے دلیل سے پھرنے کی وجہ سے ہو یعنی کسی جگہ دلیل تو پائی جائے لیکن مدلول نہ پایا جائے یا کسی اور وجہ سے دلیل میں فساد ہو جیسے مدلول کے ثابت ہونے کی صورت میں محال کے لازم ہونے کی وجہ سے فساد آنا لہذا ان دو طریقوں سے مدعی کی دلیل کو عدم قابل استدلال ثابت کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر 116: فصل بدعوی التخلف او لزوم محال اس عبارت کی مثالوں کے ساتھ وضاحت فرمائیں؟

جواب: مدعی کی دلیل کو دو طرح فاسد کیا جا سکتا ہے:

(1) ***تخلف المدلول عن الدلیل:*** یعنی کسی جگہ دلیل تو ہو لیکن مدلول نہ پایا جائے۔

مثال: مدعی کسی آیت کے بارے میں کہہ: یہ آیت وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس پر دلیل یہ دے کہ یہ امر ہے اور ہر امر وجوب پر دلالت کرتا ہے لہذا اس پر بھی عمل کرنا واجب ہوا تو اس کے جواب میں سائل کہہ: آپ کی دلیل فاسد ہے امر ہر جگہ وجوب کا فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ اس آیت کریمہ (فکاتبوا هم ان علمتم فیهم خیرا یعنی اگر تم ان میں کوئی بھلائی پاو تو انہیں لکھ دو) یہ بھی حکم ہے لیکن یہ امر وجوب پر دلالت نہیں کرتا ہے یعنی دلیل تو پائی جارہی لیکن یہاں مدلول نظر نہیں آرہا لہذا آپ کی دلیل تخلف المدلول عن الدلیل کی وجہ سے فاسد ہوئی۔

(2) لزوم محال: یعنی مدلول کے ثابت ہونے کی صورت میں محال کا لازم ہونا۔

مثال: مدعی دعوی کرے کہ الحد له تعریف (حد کے لئے تعریف ہوتی ہے) اس پر دلیل دے کہ لانه تعریف و کل تعریف له تعریف (کیونکہ حد تعریف ہے اور ہر تعریف کے لئے تعریف ہوتی ہے) لہذا نتیجہ نکلا کہ حد له تعریف (حد کے لئے تعریف ہوتی ہے) تو سائل کہہ: آپ کی دلیل محال کو لازم ہونے کی وجہ سے فاسد ہے کیونکہ آپ کی دلیل سے تسلسل الی غیر نہایۃ لازم آرہا ہے جو کہ محال ہے لہذا آپ کی دلیل محال کو لازم ہے کیونکہ آپ کی بات کہ کل تعریف له تعریف تقاضا کرتی ہے کہ جب بھی تعریف لائی جائے اس کو ایک اور تعریف لازم ہو دوسری تعریف کے ساتھ یوں سلسلہ الی ما لا نہایۃ تک پہنچ جائے گا۔

سوال نمبر 117: یطلق لفظ مطلق النقض علی المذکور یطلق النقض المقید بالاجمالی ایضا علیه ،بخلاف المنع ؛فانه لایطلق علیه الا مقیدا بالتفصیلی اس عبارت کی مختصر وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ: مذکورہ نقض کی جو تعریف کی گئی ہے اس پر مطلقا نقض کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور اور نقض اجمالی کا بھی اطلاق ہوتا ہے بخلاف منع کے کہ اس پر یا تو منع کا اطلاق ہوگا یا تو مناقضہ کا یا تو نقض تفصیلی کا ہوگا مطلقا اس پر نقض کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تعریف الشاھد

سوال نمبر 118: شاھد کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: مایدل علی فساد الدلیل یعنی جو دلیل کے فاسد ہونے پر دلالت کرے (تخلف یا لزوم محال کے ساتھ) اسے شاھد کہتے ہیں۔

سوال نمبر 119: مصنف علیہ الرحمہ نے نقض کی مشہور تعریف (تخلف الحکم عن الدلیل) سے عدول کیوں فرمایا؟

جواب: کیونکہ مشہور تعریف پر اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اعتراض نمبر 30: تخلف کی دو صورتیں ہیں پہلی تخلف عن الدلیل (دلیل سے پھر جانا) دوسری لزوم محال جبکہ مشہور تعریف (تخلف عن الحکم) میں ایک صورت مذکور ہے لہذا تعریف جامع نہ ہوئی؟

جواب: اس کا جواب ممکن ہے کہ یوں دیا جائے: مشہور تعریف میں حکم سے مراد مدلول ہو تو تعریف یوں ہو گی :تخلف المدلول عن الحکم (یعنی مدلول کا دلیل سے متخلف ہو جانا) اور مدلول چاہے مدعی (دعوی) ہو یا اس کے علاوہ ہو۔ تو جب دعوی ہو گا تو دعوی پر دلیل تو پائی جاتی ہے اور اس کے علاوہ ہو تو معنی ہو گا مدلول کا دلیل کے پائے جانے کے باوجود نہ ہونا اور اسی کو تخلف کہتے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

(1) کہیں دلیل پائی جائے لیکن مدلول نہ پایا جائے جیسے مشہور تخلف عام طور پر تخلف عن الدلیل سے یہ ہی مراد ہوتا ہے۔

(2) دلیل پائی جائے لیکن مدلول بلکل ہی نہ پایا جائے یعنی جس کا وجود ہی نہ ہو تو جس کا وجود نہ ہو اس کو محال کہتے ہیں لہذا لزوم محال بھی تعریف میں پایا گیا تو تعریف جامع ہوئی۔

اعتراض نمبر 31: نقض "ناقض" کی صفت ہوتا ہے جبکہ مشہور تعریف (تخلف عن الدلیل) میں تخلف حکم کی صفت بن رہا ہے لہذا یہ تعریف صحیح نہیں؟

جواب: اس کے دو جواب دیئے جا سکتے ہیں:

(1) نقض جو ناقض کی صفت ہوتا ہے وہ بمعنی لغوی ہوتا ہے اور یہاں پر جو نقض کی تعریف کی گئی ہے وہ نقض اصطلاحی ہے تو ممکن ہے نقض اصطلاحی میں نقض حکم کی صفت ہوتا ہو۔

(2) نقض مصدر ہے یا تو مبنی للفاعل ہو گا یا مبنی للمفعول تو جب مبنی للفاعل ہو تو ناقض کی صفت ہے اور جب مبنی للمفعول منقوض کے معنی میں ہو گا لہذا "حکم" منقوض کی صفت واقع ہو گا۔

سوال نمبر120: غایتہ انہ لیس بظاہر ملائم الارادۃ فی التعریف اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہاں سے ایک اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے:

اعتراض: مشہور تعریف پر کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دینا جب ممکن ہے تو مصنف نے اس سے عدول کیوں کیا؟

جواب: تعریف میں ایسے الفاظ ذکر کئے جائیں جو متبادر الی الفہم (سمجھ کے قریب ہوں) ہوں لہذا مشہور تعریف میں حکم سے "مدلول" مراد لینا ظاہر نہیں اور تعریف میں ایسے الفاظ لانا بھی مناسب نہیں۔

اعتراض نمبر32: نقض کی مشہور اور مصنف والی تعریف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نقض اصطلاحی کا کبھی کبھار دو اور معانی پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے (1) تعریفات پر جو طرد و عکس وارد ہوتا ہے (یعنی تعریفات پر یہ اعتراض کرنا کہ جامع مانع نہیں ہے) اس کو بھی نقض کہتے ہیں (2) اور مناقضہ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے جبکہ مشہور تعریف اور مصنف کی تعریف ان دونوں کو شامل نہیں لہذا دونوں تعریفیں جامع نہ ہوئیں؟

جواب: یاد رہے منع کو مطلقا نقض نہیں کہا جاتا ہے بلکہ اس پر جب بھی نقض کا اطلاق ہوتا ہے تفصیلی کی قید سے ہوتا ہے یعنی مناقضہ کو نقض تفصیلی ہی کہا جاتا ہے لہذا وہ نقض اگر خارج ہی ہو رہا ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہاں جس نقض کی بات ہو رہی ہے وہ نقض اجمالی ہے، اور جس نقض کی ہم نے بات کی ہے وہ اصطلاحی ہوتا ہے اور یہ منع کے مقابلے میں آتا ہے اور معلل (یعنی مدعی) کی دلیل پر وارد ہوتا ہے جبکہ تعریفات پر جو نقض وارد ہوتا ہے وہ دلیل پر نہیں بلکہ تعریفات کے جامع اور مانع ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے لہذا تعریفات پر وارد ہونے والا نقض

اس نقض میں شامل نہ بھی ہو کوئی نقصان والی بات نہیں کیونکہ تعریفات پر طرد و عکس وارد ہونے والی نقض کا تعلق تصورات سے ہے اور جس کی ہم بحث کر رہے ہیں اس کا تعلق تصدیقات سے ہے۔

سوال نمبر 121: معلل (یعنی مدعی) کی دلیل پر کتنے سوالات وارد ہوتے ہیں؟

جواب: معلل کی دلیل پر تین سوالات وارد ہوتے ہیں:

(1) منع (2) نقض (3) معارضہ

تعریف المعارضۃ

سوال نمبر 122: معارضہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: اقامۃ الدلیل علی خلاف ما اقام الدلیل علیہ الخصم یعنی جس پر خصم نے دلیل قائم کی ہو اس کے خلاف پر دلیل قائم کرنا معارضہ کہلاتا ہے۔

سوال نمبر 123: معارضہ کی تعریف اقامۃ الدلیل علی ما اقام الدلیل علیہ میں خلاف سے کیا مراد ہے؟

جواب: معارضہ کی تعریف میں خلاف سے مراد وہ ہے جو خصم (یعنی معلل) کے دعوی کے خلاف ہو

(یعنی معلل کے دعوی کے خلاف کو ثابت کرنا وہ کہہ یہ انسان ہے آپ اس شے کو عدم انسان ثابت کر دیں) وہ منافی چاہے اس معلل کے دعوی کی نقیض ہو یا اس کی نقیض کے مساوی ہو یا نقیض سے اخص ہو لہذا خلاف سے یہ مراد نہیں ہے جو معلل کے دعوی کے مطلقا مغایر ہو بلکہ منافی مراد ہے جس پر قرینہ لفظ خصم ہے جو اس بات کی خبر دیتا ہے کہ خلاف سے مراد منافی ہے کیونکہ مخاصمہ اس وقت متحقق ہوتا ہے جب ایک کی دلیل کا مدلول دوسرے کی دلیل کے مدلول کے منافی ہو۔

سوال نمبر 124: معارضہ کی کتنی اقسام ہیں نیز کون کونسی ہیں؟

جواب: معارضہ کی تین اقسام ہیں:

(1)معارضہ بالقلب (2)معارضہ بالمثل (3)معارضہ بالغیر

سوال نمبر125:فان اتحد دلیلاھما او صورتھما فمعارضۃ بالقلب و معارضۃ بالمثل والا فمعارضۃ بالغیراس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب:اس عبارت سے معارضہ کی تین اقسام کی وضاحت فرمارہے ہیں:

(1)**معارضہ بالقلب:** معلل اور سائل دونوں کی دلیلیں مادہ اور صورت میں متحد ہوں تو اسے معارضہ بالقلب کہتے ہیں۔

(2)**معارضہ بالمثل:** معلل اور سائل دونوں کی دلیلیں فقط صورت میں متحد ہوں تو اسے معارضہ بالمثل کہتے ہیں۔

(3)**معارضہ بالغیر:** معلل اور سائل دونوں کی دلیل نہ مادے میں متحد ہوں اور نہ صورت میں تو اسے معارضہ بالغیر کہتے ہیں۔

نوٹ:یادرہے نتیجہ کے سچا اور جھوٹا ہونے کو ثابت کرنے کے لئے عکس نقیض نکالا جاتا ہے اگر عکس نقیض سچا ہوگا تو نتیجہ بھی سچا ہوگا اور اگر عکس نقیض جھوٹا ہوا تو نتیجہ بھی جھوٹا ہوگا۔

سوال نمبر126:المعارضۃ بالقلب توجد فی المغالطات العامۃ الورود اس عبارت کی تفصیلا رشیدیہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب:فرمایا کہ معارضہ بالقلب مغالطات عامۃ الورود میں پایا جاتا ہے، مغالطات عامۃ الورود کہتے ہیں: جن کے ذریعے سے مطلوب اور اس کی نقیض کو ثابت کرنا ممکن ہو اور یہ ایسے مقدمات ہوتے ہیں جو بظاہر تو درست معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت میں وہ غلط ہوتے ہیں ان مقدمات سے مدمقابل کو مغالطے میں ڈالنا مقصود ہوتا ہے۔

مثال: اگر کوئی دعوی کرے کہ المدعی ثابت "میرا دعوی ثابت ہے" لانہ لولم یکن المدعی ثابتا لکان نقیضہ ثابتا" کیونکہ اگر مدّعی ثابت نہ ہوگا تو ضرور اس کی نقیض ثابت ہوگی کیونکہ دونوں نقیضوں کا اٹھ جانا محال ہے "اگر اس کی نقیض ثابت ہے تو کان شیء من الاشیاء ثابتا" اشیاء میں سے کوئی شے ثابت ہوگی "توان مقدمات

سے یہ شرطیہ لازم آیا ان لم یکن المدعی ثابتا لکان شیء من الاشیاء ثابتا" اگر دعوی ثابت نہ ہو تو اشیاء میں سے کوئی شے ضرور ثابت ہو گی" اب یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا نتیجہ سچا ہے یا جھوٹا تو اس کا عکس نقیض ان لم یکن شیء من الاشیاء ثابتا لکان المدعی ثابتا نکالے گے یعنی اگر کوئی شے ثابت نہ ہوئی تو دعوی ضرور ثابت ہو گا۔

نوٹ: اسی مثال پر قیاس کرتے ہوئے آپ کوئی بھی مثال بناسکتے ہیں مثلا دعوی کیا کہ حضور ﷺ عالم الغیب ہے اگر نہ مانوں گے تو اس کی نقیض لازم آئے گی۔۔۔۔۔ والی آخرہ۔

سوال نمبر 127: معارضہ بالقلب کے مغالطات عامہ میں پایا جاتا ہے اس بات سے کس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب: اس سے اشارہ ہو گیا اس بات کی طرف کہ معارضہ بالقلب دلائل عقلیہ خالصہ جو مغالطات سے سلامت ہوتے ہیں ان میں نہیں پایا جاتا۔

سوال نمبر 128: معارضہ بالقلب کے قیاسات فقہیہ میں پائے جانے کی مثال بیان فرمائیں؟

جواب: معارضہ بالقلب قیاسات فقہیہ میں بھی پایا جاتا ہے۔

مثال: نفس مسئلہ یہ ہے کہ: احناف کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور شوافع کے نزدیک اتنا مسح کرنا فرض ہے جس پر مسح کا اطلاق ہو سکے لہذا ایک دو بال پر بھی مسح کرنے سے مسح ہو جائے گا۔

حنفی کہے: مسح الراس رکن من ارکان الوضؤ فلا یکفی اقل علیہ اسم الراس کغسل الوجہ" سر کا مسح کرنا وضوء کے ارکان میں سے ایک رکن ہے لہذا اس میں کافی نہیں ہو گا کم سے کم وہ جس پر اسم راس کا اطلاق ہو جائے جیسے چہرے کو دھونا ارکان وضوء میں سے ایک رکن ہے اس میں جس پر غسل (دھونے) کا اطلاق ہو سکے وہ کافی نہیں " کہ اب آدھے منہ پر غسل دھونے کا اطلاق کر لیا جائے تو فرض ادا نہ ہو گا اسی طرح دو بال پر مسح کا اطلاق کر لینا کافی نہ ہو گا۔

توشافعی معارضہ کرتے ہوئے کہہ: المسح رکن منھا فلایقدر بالربع کغسل الوجہ " مسح وضوء کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اس کو چوتھائی مقدار کے ساتھ مقرر نہیں کیا جائے گا جیسے چہرے کو دھونا وضوء کا ایک رکن ہے اس کو چوتھائی مقدار کے ساتھ مقرر و متعین نہیں کیا جائے گا جیسے چہرے کو دھونا" جو حنفی نے دلیل دی تھی اس نے بعینہ وہی دلیل دی اور اس کے خلاف کو ثابت کر دیا لہذا یہ معارضہ بالقلب ہوا کہ صورت و مادے میں دونوں دلیلیں متحد ہیں۔

سوال نمبر 129: معارضہ بالمثل اور معارضہ بالغیر کی مثال بیان فرمائیں؟

جواب: معارضہ بالمثل یعنی دونوں دلیلیں صورت میں متحد ہوں۔

مثال: معلل کہہ: العالم محتاج الی مؤثر وکل محتاج الیہ حادث فھو حادث "عالم محتاج ہے مؤثر کی طرف اور ہر وہ شے جو مؤثر کی محتاج ہو حادث ہوتی ہے لہذا عالم حادث ہے"۔

معارض کہہ: العالم مستغن عن المؤثر وکل مستغن عنہ قدیم فھو قدیم "عالم مؤثر سے بے نیاز ہے اور ہر وہ شے جو مؤثر سے بے نیاز ہو وہ قدیم ہوتی ہے لہذا عالم قدیم ہے" اس مثال میں یہ دونوں دلیلیں صورت میں متحد ہیں شکل اول کی ضرب اول میں ہونے کی وجہ سے۔

معارضہ بالغیر: یعنی دونوں دلیلیں نہ صورت میں متحد ہوں نہ مادے میں۔

مثال: معلل کہہ: العالم محتاج الی مؤثر وکل محتاج الیہ حادث فھو حادث "عالم محتاج ہے مؤثر کی طرف اور ہر وہ شے جو مؤثر کی محتاج ہو حادث ہوتی ہے لہذا عالم حادث ہے"

معارض کہہ: لو کان العالم حادثا لما کان مستغنیا لکنہ مستغن فلیس بحادث " اگر عالم حادث ہوتا تو ضرور مستغنی ہوتا لیکن یہ مستغنی نہیں لہذا عالم حادث بھی نہیں"۔

اعتراض نمبر 33: معارضہ کی تعریف مانع نہیں ہے کیونکہ تعریف میں لفظ " خصم " عام ہے مدعی کو بھی شامل ہے اور سائل کو بھی جیسے سائل مدعی کی دلیل کے خلاف دلیل قائم کرتا ہے ایسے ہی معلل (یعنی مدعی) بھی

سائل کے معارضہ کے بعد اس کے خلاف دلیل قائم کرتا ہے لہذا اس پر بھی معارضہ کی تعریف سچی آرہی ہے حالانکہ معارض فقط سائل ہی ہوتا ہے؟

جواب: اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

(1) ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کہ معارض فقط سائل ہی ہوتا ہے معلل (یعنی مدعی) سائل نہیں ہوتا کیونکہ مصنف کے نزدیک معلل و سائل میں سے ہر ایک معارضہ کے بعد معارض ہوتا ہے لہذا معارضہ کی تعریف معلل پر سچی آ بھی جائے تو کوئی حرج والی بات نہیں۔

(2) اگر آپ کی بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ سائل معارض ہوتا ہے معلل معارض نہیں ہوتا اور ہماری تعریف معلل پر صادق آرہی ہے تو ہم کہہ گے تب بھی تعریف صادق نہیں آئے گی کہ معارضہ کی تعریف میں الخصم پر الف لام عہدی کا ہے جب عہدی کا ہے تو معہود کا ہونا ضروری ہے اور وہ معہود پہلا معلل ہے جو اپنے دعوی کو دلیل کے ذریعے ثابت کرنے والا ہے لہذا معنی ہوگا معلل اول کے خلاف دلیل قائم کرنا اور یہ سائل کا کام ہوتا ہے لہذا اب تعریف معلل اول پر صادق نہیں آئے گی۔

تعریف التوجیہ

سوال نمبر 134: توجیہ کی تعریف بیان فرمائیں؟

جواب: ان یوجه المناظر کلامه الی کلام الخصم یعنی مناظر کا اپنے کلام کو (وہ کلام چاہے منع ہو نقض ہو یا معارضہ) خصم یعنی مدعی کے کلام کی طرف پھیرنا۔

سوال نمبر 135: غصب کی تعریف و حکم بیان فرمائیں؟

جواب: اخذ منصب الغیر یعنی دوسرے کے منصب کو لے لینا۔

غصب کا حکم: دوسرے کے منصب کو لینا مستحسن نہیں غیر مسموع ہے۔

سوال نمبر 136: غصب کی مثال بیان فرمائیں؟

جواب: جب کوئی شخص مثلاً زید کہہ: امام اعظم اور امام محمد رحمھما اللہ نے فرمایا: جب مظاہر (ظہار کرنے والا) کفارے کے روزوں کے درمیان میں اپنی بیوی سے جماع کرلے تو روزے دوبارہ نئے سرے سے شروع کرے گا پھر زید مدعی کے منصب کو لیتے ہوئے خود ہی اللہ تعالیٰ کے فرمان: قبل ان یتماسا سے استدلال کرے کہ یہ فرمان الٰہی کفارہ کے مسیس یعنی جماع پر مقدم ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور مقدم کرنے کی ضرورت میں سے ہے جماع سے خالی ہونا تو جب جماع کے ذریعے سے تقدیم فوت ہوگئی تو لازم ہے کہ نئے سرے سے روزے رکھے تاکہ حتی الامکان عمل کرتے ہوئے اخلاء (جماع سے خالی ہونا) پالیا جائے، اب ناقل (یعنی زید) کا منصب تھا فقط تصحیح نقل کرنا لیکن یہ مدعی کے منصب کو لیتے ہوئے خود استدلال کرنے میں شروع ہوگیا۔

اجزاء البحث

سوال نمبر137: بحث کے کتنے اور کون کونسے اجزاء ہیں؟

جواب: بحث کے تین اجزاء ہیں:

(1) مباد (2) اوساط (3) مقاطع

نوٹ: کوئی بھی مناظر بحث کرنے سے پہلے مذکورہ تین چیزوں کو لازمی دیکھ لے۔

سوال نمبر138: مباد اور اوساط اور مقاطع ان کی تعریفات بیان فرمائیں؟

جواب: **مباد**: ھی تعیین المدعی: دعوی کو معین کرنا یعنی جب دعوی میں کچھ خفاء ہو تو دعوی کی تعیین کرلی جائے کیونکہ جب تک متعین نہیں ہوگا تب تک معلوم نہیں ہو پائے گا کہ آیا معلل کی دلیل دعوی کو ثابت کرنے والی ہے یا نہیں۔

(2) **اوساط**: دلائل کو کہتے ہیں اور اس کو اوساط اس لئے کہا گیا کیونکہ یہ تعیین مدعی سے مؤخر ہوتا ہے اور جس تک بحث ختم ہوتی ہے اس سے مقدم ہوتا ہے یعنی مباد سے مؤخر اور مقاطع سے مقدم ہونے کی وجہ سے اوساط کہا جاتا ہے۔

(3)**مقاطع:** وہ مقدمات جن تک بحث ختم ہو جاتی ہے وہ چاہے ضروریات سے ہوں یا ظنیات سے ہوں اور یہ مقدمات خصم کے نزدیک مسلم ہوں جیسے دور، تسلسل، نقیضین کا جمع ہونا وغیرہ۔

سوال نمبر 139: مناظرہ کب تام ہوتا ہے؟

جواب: جب بحث ختم ہو جاتی ہے مقدمات ضروریہ اور ظنیہ کی طرف (وہ ظنیہ جو خصم کے نزدیک مسلم ہوتے ہیں) تو مناظرہ تام ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 140: مدعی کے دعوی کرنے کے بعد سائل پر بحث کرنے سے پہلے کس چیز کا مطالبہ کرنا واجب ہے؟

جواب: سائل پر واجب ہے کہ اولاً اس کا مطالبہ کرے جس کا ممکن ہو جیسے دعوی میں مفردات کی تعریف کرنے کا مطالبہ کرے اور بحث معین کروالے اور اس کو بقیہ احوال سے ممتاز کروالے۔

مثال: جب مدعی دعوی کرے: ان النیة لیست بشرط فی الوضوٴ "وضوء میں نیت شرط ہے" تو سائل کے لئے مناسب ہے کہ یوں کہہ: ما النیة وما الشرط وما الوضوٴ "نیت اور شرط اور وضوء سے تمہاری کیا مراد ہے" تو مدعی کہہ: النیة قصد استباحة الصلاة او قصد امتثال الامر والشرط امر خارج یتوقف علیه الشیء وغیر مؤثر فیه والوضوٴ غسل الاعضاء الثلاثة و مسح الراس "نیت سے مراد نماز کو مباح کرنے کا قصد کرنا، یا حکم کو پورا کرنے کا قصد کرنا، اور شرط سے مراد ایسا امر جو اس شے سے خارج ہو اور وہ شے اس پر موقوف بھی ہو اور اس میں مؤثر بھی نہ ہو اور وضوء سے مراد اعضاء ثلاثہ کو دھونا اور سر کا مسح کرنا ہے" پھر سائل کہہ: عدم الشرط النیة بای مذهب وای قول "کس مذہب میں کس کے قول میں نیت شرط نہیں" تو معلل کہہ: مذہب حنفی میں ہے برخلاف امام شافعی کے۔

سوال نمبر 141: سائل پر دعوی کی تعیین یا مشکل الفاظ کے معانی کی تعیین کا مطالبہ کرنا کب واجب ہے؟

جواب: یاد رہے سائل پر دعوی میں سے کسی بھی چیز کا مطالبہ اس وقت لازم ہے جب اس کو معلوم نہ ہو کیونکہ معلوم ہوتے ہوئے سوال کرنا یا تو مکابرہ ہے یا مجادلہ بہر حال مناظرہ نہیں ہو گا۔

سوال نمبر142: ان والواجب علی السائل ان یطالب اولا ما امکنہ اس عبارت میں امکنہ سے کیا مراد ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: سائل پر واجب ہے کہ اولا اس کا مطالبہ کرے جس کا ممکن ہو یہاں امکنہ سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ بعض اشیاء کا ناقل سے مطالبہ کرنا جائز نہیں جیسے ناقل نے نقل پیش کی اب اس منقول (جس کو نقل کیا گیا) پر ناقل سے دلیل طلب کرنا، یا دلیل کے مقدمات میں سے کسی مقدمہ (وہ مقدمہ جس کو ناقل اس کی تصدیق کے درپے ہوئے بغیر نقل کرے) پر دلیل طلب کرنا، ہاں جب ناقل از خود مدعی بن جائے منقول کو ثابت کرنے لگ جائے تو اس سے دلیل کا مطالبہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس ناقل نے مدعی اور مستدل کے منصب کو لے لیا ہے لہذا جو مطالبہ ان سے ہونا تھا اب وہ اس سے کیا جائے گا۔

سوال نمبر143: ثم قولہ :ینبغی ینافی قولہ الواجب علی السائل ظاھرا لان الواجب : مالایجوز ترکہ ومایبنغی یجوز ترکہ وان تاملت بامعان النظریظھرلك عدم التنافی اس عبارت کا مختصر خلاصہ بیان فرمائیں؟

جواب: مصنف نے پہلے واجب علی السائل کہا تھا پھر انہوں نے ینبغی کہہ دیا جبکہ واجب کہتے ہیں جس کا ترک جائز نہ ہو اور ینبغی کہتے ہیں جس کا ترک جائز ہو لہذا عبارت میں تعارض آگیا؟

اسکا جواب دیتے ہیں کہ اگر آپ گہری نظر سے غور و فکر کریں تو بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ یہاں ینبغی "واجب علی السائل کے منافی نہیں کیونکہ بساوقات محققین "لائق "یعنی مناسب کو واجب سے تعبیر کرتے ہیں یعنی ینبغی بول کر واجب مراد لیتے ہیں لہذا یہ واجب علی السائل کے منافی نہیں، اگر واجب کہہ دیتے تو اس کا مطلب ہوتا سائل اتنا جاہل ہے اس کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ مناظرے میں کیا کیا باتیں ضروری ہوتی ہیں لہذا ینبغی سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ متخاصمین میں سے کوئی اتنا گھٹیہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کو دعوی میں واضح چیزوں کے بارے میں ہی معلوم نہ ہو ہاں چڑتے سورج کا انکار وہی کرے گا جو اندھے سے بھی گیا گزرا ہو۔

سوال نمبر144: ان المعلل ما دام فی تعریف الاقوال والتحریر لایتوجه علیه المنع اس عبارت کی تفصیلاً وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ معلل جب تک اقوال وتحریر کی تعریف وتوضیح میں رہے گا یا جو دعوی کیا یا جو نقل کی اس کی تصحیح میں رہے گا اس وقت تک اس پر منع وارد نہیں کر سکتے۔

مثال: معلل نے کہا: الزکاۃ واجبۃ فی حلی النساء عند ابی حنیفه رحمه الله ولیست بواجبة عند الشافعی "امام اعظم کے نزدیک عورتوں کے زیورات میں زکوۃ واجب ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں" اس سے یہ نہیں کہا جائے گا: لم قلت انها واجبة "تم نے کیسے کہہ دیا کہ عورتوں کے زیوارت میں زکوۃ واجب ہے") کیونکہ اس نے بطریق حکایت قول پیش کیا ہے نہ کہ بر طریق ادعاء کے (یعنی خود دعوی نہیں کیا) اور اعتراضات حکایات میں نہیں ہوتے ہاں اگر اس نے نقل کی اور نقل میں غلطی کر دی تو اس وقت اس سے تصحیح نقل کرنا جائز ہے یا اس نے کوئی تعریف کی اور وہ تعریف جامع مانع نہ ہو تو اس سے تعریف کے جامع ومانع ہونے کو طلب کیا جا سکتا ہے ہاں جب تعریف جامع مانع ہو گی تو طرد وعکس (جامع مانع) ہونے کا اعتراض کرنا جائز نہیں ہو گا۔

سوال نمبر145: تعریف کے جامع ومانع ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: تعریف کے جامع مانع ہونے سے مراد مخاطب کے علم میں جامع مانع ہو کیونکہ بعض اوقات تعریف جامع ہوتی ہے لیکن سائل نہیں جانتا ہو تا تو سائل مطالبہ کرے گا اور اس کا مطالبہ کرنا بھی بالاتفاق جائز ہے۔

البحث الاول

سوال نمبر146: مصنف علیہ الرحمہ نے رشیدیہ میں کل کتنی ابحاث کو ذکر فرمایا نیز پہلی بحث کس بارے میں ہے؟

جواب: مصنف علیہ الرحمہ نے کل نو ابحاث ذکر فرمائی اور "پہلی بحث "بحث کرنے کے طریقے اور اس کی ترتیب طبعی کے بارے میں ہے۔

سوال نمبر147: ترتیب کا لغوی واصطلاحی معنی بیان فرمائیں؟

جواب: ترتیب کالغوی معنی: جعل کل شیء فی مرتبتہ: یعنی ہر شے کو اس کے مرتبے میں رکھنا۔

ترتیب کا **اصطلاحی** معنی: مختلف اشیاء کو اس طرح رکھنا کہ ان پر ایک ہی نام کا اطلاق کیا جاسکے اور ان میں سے بعض کی بعض کی طرف تقدیم و تاخیر کے ساتھ نسبت کرنا بھی صحیح ہو۔

سوال نمبر 148: ترتیب طبعی سے کونسی ترتیب مراد ہے؟

جواب: ترتیب طبعی سے مراد وہ ترتیب ہے جس کا بحث کی طبیعت تقاضا کرتی ہے کہ بحث اس طریقے پر ہو۔

سوال نمبر 149: مدعی اپنے دعوے کی کب وضاحت کرے گا نیز کس وقت اس کا وضاحت کرنا عبث ہو گا؟

جواب: مدعی یعنی دعوی کرنے والا سائل کے پوچھنے کے بعد ہی اپنے دعوے کی وضاحت کرے گا اگر سائل کے مطالبہ کرنے سے پہلے ہی اپنے دعوے میں جزئیات کی وضاحت کر دے گا تو یہ اصطلاح مناظرہ میں عبث یعنی فضول ہے۔ جیسے مدعی نے دعویٰ کیا: النیۃ لیست بشرط فی الوضوء اب جب تک وضوء اور نیت و شرط کے بارے میں سائل وضاحت طلب نہ کرے تب تک مدعی بھی بیان نہ کرے۔

سوال نمبر 150: ویؤاخذ بتصحیح النقل ان نقل شیئا اس عبارت کی مع مثال کے وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا: یواخذ اس کو مجہول و معروف دونوں طرح پڑھا گیا ہے:

(1) اگر مجہول پڑھے تو معنی ہو گا خصم نے اگر کوئی شے نقل کی ہو تو تصحیح نقل (یعنی جس کتاب یا جس شخص کی طرف بات منسوب کی ہے اس کو صحیح ثابت کرنا) کا اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

(2) اور اگر یواخذ کو معروف پڑھا جائے تو معنی ہو گا اگر سائل نے کوئی شے نقل کی ہو تو اس کی تصحیح نقل کا اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

مثال: ناقل نے کہا کہ: قال ابوحنیفہ رحمہ اللہ: النیہ لیست بشرط فی الوضوء تو سائل کہے گا کہ ما النیۃ وما الشرط وما الوضوء تو ناقل جب ان کی تعریفات بیان کر چکے تو پھر سائل سوال کرے گا کہ مولانا یہ اتنے بڑے

بڑے دعوے کہاں سے نقل کئے ہیں امام اعظم رحمہ اللہ نے کس کتاب میں ایسا فرمایا دیا ہے تو ناقل جواب دے گا کہ حضور والا پکا سنی حنفی ہوں بات دلیل کے ساتھ کرتا ہوں تو سنیں! جناب اس کی تصریح وضاحت کے ساتھ ھدایہ میں کی گئی ہے۔

نوٹ: پیارے طلباء ہمارے زمانے میں چونکہ جھوٹ اور مجادلہ ومکابرہ ظاہر ہو چکا ہے لہذا اتنا کہنا ہی کافی نہ ہو گا کہ فلاں کتاب میں لکھا ہے بلکہ جو آپ نے نقل کیا ہے اس کو دیکھانالازمی ہے کہ یہ دیکھو کفریہ کلمات میں یہ بات لکھی ہوئی ہے۔

سوال نمبر151: تنبیہ کے ساتھ کس وقت مواخذہ کیا جاتا ہے مثال سے واضح فرمائیں؟

جواب: اگر مدعی کسی بدیہی خفی شے کا دعویٰ کرے تو تنبیہ کے ذریعے اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔

مثال: جب کوئی اہل حق کہے کہ ذیشان انسان ہے تو کوئی سوفسطائی کہے کہ آپ کس تنبیہ کے ذریعے یہ دعوی کر رہے ہیں تو اہل حق کہے: کیونکہ ہم اس انسان کا مشاہدہ کر رہے ہیں اگر یہ انسان ثابت نہ ہوتا تو ہم کیسے اس کا مشاہدہ کر پاتے اور تم بھی ثابت وموجود ہو اگر ثابت نہ ہوتے تو تم کیسے ہم سے تنبیہ کا مطالبہ کرتے۔

سوال نمبر152: دلیل کے ذریعے کس وقت مواخذہ کیا جاتا ہے واضح فرمائیں؟

جواب: اگر مدعی کسی مجہول نظری شے کا دعوی کرے تو اس وقت دلیل کے ذریعے اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔

مثال: متکلم نے دعویٰ کیا کہ العالم حادث تو فلسفی کہے: کس دلیل سے تم یہ بات کہہ رہے ہو تو متکلم جواب دے گا: لانه متغیر وکل متغیر حادث فھو حادث (کیونکہ عالم متغیر ہے اور ہر متغیر حادث ہے لہذا عالم حادث ہے)۔

سوال نمبر153: جب مدعی دلیل قائم کرتا ہے اور سائل منع وارد کرتا ہے اس وقت ان کو کیا نام دیا جاتا ہے؟

جواب: جب مدعی دلیل دیتا ہے تو اس کو معلل کہا جاتا ہے اور جب سائل منع وارد کرتا ہے اس کو مانع کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر 154: جب مدعی دلیل قائم کرتا ہے تو مانع کتنے طریقوں سے منع وارد کر سکتا ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: سائل دو طرح سے مقدمہ معینہ پر منع وارد کر سکتا ہے:

(1) یا تو مانع مقدمہ معینہ پر سند کے ساتھ منع وارد کرے گا جیسے حکیم متکلم کی دلیل کبری پر منع وارد کرتے ہوئے کہے: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہر متغیر حادث ہوتا ہے اور اس کے ساتھ سند بھی ذکر کر دے کہ کیوں جائز نہیں ہے کہ بعض متغیر قدیم ہوں۔

(2) یا تو مانع سند کے بغیر مقدمہ معینہ پر منع وارد کرے گا۔

سوال نمبر 155: معلل کتنے طریقوں سے سائل کو جواب دے سکتا ہے؟

جواب: معلل دو طریقوں سے مانع کا جواب دے سکتا ہے:

(1) جب منع کے ساتھ سند بھی ہو تو تساوی ثابت ہونے کے بعد معلل سند کو باطل کر کے جواب دے گا۔

(2) یا جس سے سائل نے دلیل پکڑی ہے اس کو باطل کرتے ہوئے مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کر کے جواب دے گا اب مانع چاہے سند مساوی کے ساتھ یا اس غیر کے ساتھ سند وارد کرے یا کسی شے کے ساتھ بھی سند وارد نہ کرے

سوال نمبر 156: فیجاب بابطال السند بعد اثبات التساوی اس عبارت میں بعد اثبات التساوی کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ جب کوئی مانع مقدمہ معینہ پر سند کے ساتھ منع وارد کرے تو سند کو باطل کر کے جواب دیا جائے گا لیکن تساوی ثابت ہونے کے بعد یعنی جب سند مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی ہو جائے گی وہ یوں کہ

جب جب سند صادق ہو گی تو تب تب مقدمہ ممنوعہ کی نقیض بھی صادق ہو گی اور اسی طرح جب جب مقدمہ ممنوعہ کی نقیض صادق ہو گی تو تب تب سند بھی صادق ہو گی۔

تاکہ سند کو باطل کرنا منع کے بطلان کا فائدہ دے یعنی مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے باطل ہونے کا فائدہ دے۔

مثال: متکلم یہ ثابت کرے: کہ حکیم کا یہ قول (یجوز ان یکون بعض المتغیر قدیما) مساوی ہے "کل متغیر حادث" کی نقیض کے، پھر دلیل کے ساتھ جواز (حکیم نے جو کہا تھا کہ کیوں جائز نہیں کہ بعض چیزیں متغیر ہوں) کو باطل کر دے لہذا جب سند باطل ہو جائے گی تو اس کا مساوی بھی باطل ہو جائے گا جب سند باطل ہو جائے گی تو مقدمہ ممنوعہ ثابت ہو جائے گا۔

سوال نمبر 157: مع التعرض بما تمسك به سائل کے تمسک سے اعراض کرنے کا حکم بیان فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ اگر سائل سند میں سے کسی شے کے ساتھ دلیل پکڑے تو اس سے (جس سے سائل نے تمسک کیا ہے) تعرض کرنا یعنی اس کی دلیل کو باطل کرنا مستحسن ہے واجب نہیں کیونکہ بحث مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرنے سے ہی تام ہو جاتی ہے بغیر تعرض کے یعنی دلیل کو باطل کئے بغیر بھی مقدمہ ممنوعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 158: ابطال السند المساوی معتبر سواء کان مساواته بحسب نفس الامر او بزعم المانع اس عبارت کی تفصیلاً وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ: سند مساوی کو باطل کرنا معتبر ہے چاہے سند مساوی کی "مساوات" نفس الامر کے اعتبار سے ہو یا مانع کے زعم کے اعتبار سے ہو کیونکہ یہ "مساوات" مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کا فائدہ دیں گی تحقیقی طور پر (یعنی جب نفس الامر میں مقدمہ ممنوعہ ثابت ہو گا) یا تقدیری طور پر (یعنی جب مانع کے زعم میں مقدمہ ممنوعہ ثابت ہو گا)۔

اعتراض نمبر 33: مصنف کا قول اثبات التساوی حاشیہ میں کئے گئے کلام (کہ تساوی عام ہے چاہے نفس الامر میں ہو یا مانع کے زعم کے اعتبار سے ہو) کے متعارض ہے کہ جب مانع کے ذھن میں تو مساوات پہلی سے ہی ہو گی تو اثبات تساوی کیسے ہو گا؟

جواب:اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

(1)مصنف کے قول بعد اثبات التساوی کو مقید کر دیا جائے کہ تساوی کو ثابت کرنا اس وقت ہے کہ جب مانع کے زعم میں مساوات نہ ہو کیونکہ اگر مساوات ہو گی تب تو مقدمہ ممنوعہ پہلے سے ہی ثابت ہو گا۔

(2)اثبات تساوی سے مراد اس کا سامع مانع کے ذہن میں پہلے سے ہی ثابت ہونا ہے اب چونکہ اثبات مصدر ہے لہذا جب یہ مبنی للفاعل ہو گا تو معنی ہو گا کہ مساوات ثابت ہو مدعی کے ثابت کرنے کے ساتھ یا مبنی للمفعول ہو گا تو معنی ہو گا سامع کے ذہن میں پہلے سے مثبت یعنی ثابت ہو لہذا دونوں عبارتوں میں تعارض نہیں۔

سوال نمبر 159:سند کو کتنے طریقوں سے دفع کیا جا سکتا ہے نیز ان طریقوں میں سے جو معتبر اور عدم معتبر ہے مع وجہ کے وضاحت فرمائیں؟

جواب:سند کو دو طریقوں سے دفع کیا جا سکتا ہے جن میں سے ایک طریقہ معتبر ہے جبکہ دوسرا طریقہ عبث ہے

(1)اگر سند نظری ہو تو اس پر منع وارد کر دی جائے لہذا معلل اس سند پر مانع سے دلیل طلب کرے گا اور یہ دلیل طلب کرنا عبث ہے کہ اگر اس نے دلیل قائم کر دی تو منع اور قوی ہو جائے گی اور یہ والا طریقہ غیر معتبر ہے کیونکہ معلل پر تو مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرنا لازم تھا نہ کہ سند کو ثابت کرنا کیونکہ سند کو ثابت کرنا نفع کیا بعض اوقات اس کو ثابت کرنا نقصان دہ ہوتا ہے اسی وجہ سے مصنف نے متن میں دوسرا طریقہ بیان فرمایا جو مفید ہے

(2)سند کو باطل کر دے اور یہ بھی اس وقت نفع مند ہے جب یہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی ہو کیونکہ خارج میں متساوین میں سے ایک کا انتفاء (یعنی نہ ہونا) دوسرے کے منتفی ہونے پر دلالت کرتا ہے ہاں بخلاف خاص کے کیونکہ اس کو باطل کرنا نفع مند ہے اس لئے کہ خاص کی نفی عام کی نفی کو لازم نہیں جیسے خاص (انسان) کی نفی سے عام (حیوان) کی نفی نہیں ہو گی بہر حال رہی سندِ عام تو یہ در حقیقت سند ہی نہیں ہے۔

سوال نمبر 160:دلیل جب نقض کے قابل ہو تو اس پر کتنے طریقوں سے نقض وارد ہو سکتی ہے؟

جواب:دلیل جب نقض کے قابل ہو (یعنی اس کا فساد بدیہی نہ ہو تو) دو طریقوں سے اس پر نقض وارد کی جا سکتی ہے:

(1)تخلف سے **(2)لزوم محال سے**

مثلاً: سائل کہہ کہ: یہ دلیل صحیح نہیں ہے تخلف عن المدلول (دلیل تو ہے لیکن مدلول کے نہ پائے جانے) کی وجہ سے یا کہہ اگر مدلول مان لیا جائے تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔

سوال نمبر 161: معارضہ کتنے طریقوں سے کیا جا سکتا ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: دلیل اگر لائق معارضہ ہو تو اس پر تین طریقوں سے معارضہ کیا جا سکتا ہے:

(1) معارضہ بالقلب (2) معارضہ بالمثل (3) معارضہ بالغیر

سوال نمبر 162: نقض اور معارضہ کا کتنے طریقوں سے جواب دیا جا سکتا ہے؟

جواب: نقض اور معارضہ کا تین طرح سے جواب دیا جا سکتا ہے:

(1) منع وارد کر دی جائے (2) نقض وارد کر دیا جائے (3) معارضہ کر لیا جائے

اعتراض نمبر 34: فرمایا نقض و معارضہ کا جواب تین طریقوں (منع و نقض و معارضہ) سے دیا جا سکتا ہے جبکہ یہ تینوں سائل کے منصب ہیں دعوی کرنے والے کے تو نہیں ہیں؟

جواب: جی ہمیں معلوم ہے لیکن آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ معلل اول (یعنی دعوی کرنے والا) نقض و معارضہ کے بعد سائل بن جائے گا تو جب سائل بن جائے گا تو تینوں منصب اس کے لئے بھی ثابت ہو جائیں گے۔

سوال نمبر 163: فیجاب بالمنع او النقض میں کلمۃ او لمنع الخلو دون الجمع اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہاں پر ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے:

اعتراض: مصنف کے قول سے یہ پتا چل رہا ہے کہ معلل منع یا نقض یا معارضہ میں سے ایک ہی کر سکتا ہے جبکہ معلل کو تو تینوں کا اختیار ہوتا ہے؟

جواب: حاشیہ میں اس کی وضاحت فرمادی کہ عبارت میں "او" منع خلو کے لئے ہے یعنی تینوں میں سے کسی سے خالی نہ ہو گا، "او" یہاں مانعۃ الجمع کے لئے نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ تینوں نہیں کر سکتا۔

سوال نمبر164: ویجوز بالتغییر او التحریر فی الکل مطلقا اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ جواب دینے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ سائل چاہے مانع ہو یا معارض ہو یا مناقض معلل اپنے دعوی یا دلیل یا مقدمہ ممنوعہ میں تبدیلی کر لے یا ان کو حشو وزائد سے پاک کر دے اس طرح کہ اعتراض وارد نہ آئے۔

سوال نمبر165: کیا تنبیہ پر بھی تینوں سوالات وارد ہو سکتے ہیں تفصیلاً وضاحت فرمائیں؟

جواب: تنبیہ پر بھی تینوں سوالات (منع و نقض و معارضہ) وارد ہو سکتے ہیں لیکن ان کو وارد کرنے کا فائدہ نہیں ہے کیونکہ تنبیہ کو ذکر کرنے سے مقصود دعوی کو ثابت کرنا تو ہے نہیں اس لئے کہ دعوی تو بدیہی ہے اثبات کا محتاج ہی نہیں لہذا دعوی کے ثبوت میں توجہ (منع و نقض و معارضہ وارد کرنا) نقصان نہیں دے گا وہ دعوی جو اثبات سے مستغنی ہے بخلاف استدلال کے کہ دعوی نظری میں دعوی کو ثابت کیا جاتا ہے وہ اثبات کا محتاج ہوتا ہے لہذا دعوی نظری میں تینوں سوالات قدح پیدا کریں گے۔

سوال نمبر166: فلا یقدح ذلك التوجه فی ثبوته ای: الدعوی بتاول المطلوب او المدعی اس عبارت میں مطلوب اور مدعی لانے سے کیا مقصود ہے وضاحت فرمائیں؟

جواب: یہاں ایک نحوی ازالہ فرمارہے ہیں کہ: لفظ "دعوی مؤنث" ہے جبکہ (ثبوتہ) میں ضمیر مذکر کی ہے جو دعوی کی طرف لوٹائی گئی ہے جو کہ نحوی اعتبار سے درست نہیں۔

جواب: یہاں دعوی مطلوب یا مدعی کی تاویل میں ہے لہذا مذکر کی ضمیر لوٹانا درست ہے۔

سوال نمبر167: وکان الاولی ان یذکر الدلیل بدل الاستدلال" اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ مصنف کے لئے یہ تھا کہ استدلال کی بجائے الدلیل لے کر آتے کیونکہ تنبیہ کا مقابل دلیل ہوتا ہے نہ استدلال۔

اعتراض نمبر36: آپ نے فرمایا کہ تینوں سوالات تنبیہ پر وارد ہوں تو اس کا فائدہ نہیں ہو گا ہاں دعوی نظری پر وارد ہوں تو نفع ہو گا لہذا آپ نے ان دونوں میں فرق کر دیا جبکہ تنبیہ سے مقصود ازالہ خفاء تو حاصل ہو رہا ہے جیسے دلیل سے ثبوت مدعی حاصل ہو رہا ہے لہذا فرق تو نہ ہوا؟

جواب: یاد رہے مقصود اصلی دعوی کو ثابت کرنا ہے اور خفاء کو زائل کرنا یہ تو سائل جو حق کا طالب ہو اس کے تھوڑا سا غور و فکر کرنے سے بھی زائل ہو جاتا ہے اور اس کے فوت ہونے کو شمار بھی نہیں کیا جاتا لہذا دلیل میں اور تنبیہ میں فرق ہے کہ وہاں مقصود اصلی فوت ہوتا ہے اور یہاں خفاء جس کو کسی خاتے میں شمار نہیں کیا جاتا۔

سوال نمبر168: کیا تعریف حقیقی پر منع وارد ہو سکتی ہے نیز اس کی وجہ بھی بیان فرمائیں؟

جواب: تعریف حقیقی ظاہر کے اعتبار سے تصورات ہیں لیکن ان میں جو حکم ہوتا ہے وہ ضمنی ہوتا ہے لہذا ضمنا دعوی ہو گیا تو جب دعوی ہوا تو اس پر منع وارد ہو سکتی ہے لہذا تعریف حقیقی پر منع وارد ہو سکتی ہے ضمنی دعوؤں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے۔

البحث الثانی

سوال نمبر169: تعریف حقیقی پر منع و نقض اور معارضہ کیسے وارد ہو گا واضح فرمائیں؟

جواب: جب معرف سے پوچھا جائے الانسان ما ھو تو اس کی تعریف کریں کہ الانسان حیوان ناطق!

تو سائل اس تعریف پر منع وارد کرتے ہوئے کہے: لا نسلم انہ حد لہ والاول جنس والثانی فصل یعنی ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ حیوان ناطق انسان کے لئے حد تام ہے اور حیوان انسان کے لئے جنس ہے اور ناطق اس کے لئے فصل ہے۔

اور طرد میں خلل بیان کر کے نقض وارد کرے گا تو یوں کہے: ماذکرت لیس بمانع لدخول فرد من افراد غیر المحدود فیہ یعنی آپ نے جو تعریف ذکر فرمائی ہے غیر محدود افراد کے دخول کو مانع نہیں ہے۔

اور اس تعریف کے عکس میں خلل بیان کر کے نقض وارد کرے گا تو یوں کہے: ذلك لیس جامع لخروج فرد من افراد المحدود عنہ یعنی یہ تعریف محدود افراد میں سے کسی فرد کے خروج کو جامع نہیں ہے۔

اور اس تعریف کے علاوہ تعریف کے ساتھ معارضہ کیا جاسکتا ہے لیکن ضروری ہے کہ اس تعریف کا حاد اول (یعنی پہلا تعریف کرنے والا) بھی اعتراف کرنے والا ہو اگر نہیں کرے گا تو معارضہ نہیں ہو گا کیونکہ تصورات میں تو تعارض ہی نہیں ہوتا کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو مانع نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر37: جس طرح تعریف حقیقی ضمنی دعوؤں پر مشتمل ہوتی ہے اسی طرح ان دعوؤں پر دلائل بھی تو ہوتے ہیں لہذا منع و نقض اور معارضہ ان دلائل پر ہوتا ہے تو مصنف علیہ الرحمہ نے دلائل کا ذکر کیوں نہیں فرمایا؟

جواب: جب یہ منوع مدلول کی طرف لوٹتی ہیں تو بدرجہ اولی دلیل کی طرف بھی لوٹتی ہیں لہذا اس کو الگ سے ذکر کرنے کی حاجت ہی نہیں، بہر حال!

تحقیق یہ ہے کہ تعریف حقیقی پر منع و نقض اور معارضہ ان میں سے کوئی بھی وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی کی تصویر بنانا اور صورت محدود کو ذہن میں نقش کرنا، لہذا تعریف کرنے والا بھی فقط محدود کو ذکر کرتا ہے تاکہ ذہن متوجہ ہو اس کی طرف جو کسی بھی طرح سے معلوم ہوا ہو پھر اس میں دوسری صورت کو نقش کر دیتا ہے جو پہلی سے اتم ہوتی ہے اور محدود کا حکم اس لئے نہیں کرتا کہ اس پر حد کا حکم لگایا جائے کیونکہ وہ اس تعریف کے ذریعے سے اس کے ثبوت کی تصدیق کے درپے نہیں ہوتا بلکہ یہ تو نقاش کی طرح ہوتا ہے مگر یہ کہ تعریف کرنے والا ذہن میں ایک معقولی صورت بناتا ہے جبکہ نقاش تختی پر صورت محسوسہ کو نقش کرتا ہے جیسے نقاش تصویر کو کسی تختی پر بنانا شروع کرے تو اس پر منع نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس پر اعتراض کرنے کا کوئی مطلب بھی نہیں ہو گا بے فائدہ بات ہو گی اسی طرح تعریف کرنے والا بھی تعریف کرتا ہے لہذا اس پر منع وارد

نہیں ہو گی ہاں تعریف سے ضمناایک حکم سمجھا جاتا ہے کہ یہ حد ہے اور یہ محدود ہے تو منع ونقض ومعارضہ تعریف پر اس ضمنی حکم کے اعتبار سے وارد ہوتی ہیں جو قوم کی زبان پر یوں جاری وساری ہے "انا لانسلم انه حد له"۔

سوال نمبر170: تعریف حقیقی پر وارد ہونے والے سوالات (منع ونقض ومعارضہ) کا کس طرح جواب دیا جائے گا؟

جواب: اس کا جواب ویسے ہی دیا جائے گا جو طریقہ پہلے بیان ہو چکا کہ سند کو تساوی ثابت کرنے کے بعد باطل کر دیا جائے اور نقض میں اپنے دعوی کو ثابت کر دیں اور اس کے شاھد کو باطل کر دیں اور معارضہ کی صورت میں مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کر دیں کہ نقل کی ہے تو صحت نقل پیش کر دے یا اپنے دعوی کو ثابت کرے یا کچھ نہیں بن پارہا تو دعوی کے الفاظ بدل لے۔

سوال نمبر171: وکان الاولی ان یقول بطریق علم لان الجواب انما یکون بالطریق المعلوم اس عبارت کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: مصنف کے لئے بہتر تھا کہ یجاب بما علم طریقه کی بجائے بطریق علم کہتے تو معنی ہو گا: جواب دیا جائے گا اس سے جو طریقہ معلوم ہو گیا ہے نہ کہ جن کا طریقہ معلوم ہو گیا ہے۔

سوال نمبر172: تعریف حقیقیہ میں منع ونقض اور معارضہ میں سے کس کا جواب دینا مشکل ہے؟

جواب: تعریفات حقیقیہ میں منع کا جواب مشکل ہے کیونکہ منع کا جواب مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کر کے دیا جاتا ہے اور مقدمہ ممنوعہ کو ثابت کرنا موقوف ہے ذاتیات کے جاننے پر اور کسی کی ذاتیات کو جاننا انتہائی مشکل کام ہے جیسا کہ ابن سینا نے اپنی کتاب میں وضاحت کی ہے۔

سوال نمبر173: واستصعب فی الحدود الحقیقة دون الاعتباریة کاللفظیة فانها لا استلزام الحکم تمنع ایضا اس عبارت میں دون الاعتباریة ۔۔۔۔۔ الی الاخر کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا: تعریفات اعتباریہ اصطلاحیہ کا حکم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ان پر وارد ہونے والی منع کا جواب دینا مشکل نہیں کیونکہ اصطلاح میں ان کی حد ہوتی ہے جیسے لفظ کی تعریف کی جائے کوئی اس پر منع وارد کرے گا تو اس کو ھدایہ یا نحو کی کسی کتاب سے دیکھا دیں گے۔ اسی طرح تعریف لفظی پر بھی منع وارد ہو سکتی حکم کو مستلزم ہونے کی وجہ سے لیکن اس کا جواب بھی آسان ہے کیونکہ جب بھی تعریف لفظیہ کی جائے گی اس پر کوئی منع وارد کرے گا تو اس کو لغت سے سیکھا دے گے۔

سوال نمبر174: ولا یخفی انه کان الاولی علی تقدیر رجوع ضمیر سُوْرَةٌ استصحب سُوْرَةٌ الی الجواب علی مانقل عنه اس عبارت کی وضاحت فرمائیں نیز استصحب کی ضمیر کا مرجع واضح فرمائیں؟

جواب: اس عبارت سے "استصحب کا مرجع بیان فرما رہے ہیں چنانچہ اس کے دو مرجع ہیں:

(1) یا تو اس کا مرجع جواب ہے تو معنی ہو گا کہ تعریف حقیقیہ پر وارد ہونے والی منع کا جواب مشکل ہے۔

اس صورت میں عبارت درست نہ ہو گی کہ مصنف نے فرمایا "استصحب یعنی منع کا جواب مشکل ہے سوائے اعتباریہ کے، اس کا جواب مشکل نہیں لیکن یہاں اولیٰ تھا کہ یسھل فیھا بمجرد نقل کہتے کہ اعتباریہ کا جواب محض نقل کے ساتھ آسان ہے۔

(2) یا تو اس کا مرجع "منع" ہے تو معنی ہو گا تعریف حقیقیہ پر منع وارد کرنا ہی مشکل ہے۔

منع کو مرجع بنانے کی صورت میں اعتراض لازم آئے گا کہ منع تو کسی شے پر بھی مشکل نہیں ہاں منع کے جواب میں مشکل ہوتی ہے بہر حال دونوں کی طرف ضمیر لوٹانے میں کوئی نہ کوئی خدشہ لاحق ہوتا ہے۔

سوال نمبر175: تعریفات اصطلاحیہ پر وارد ہونے والی منع کا جواب کتنے طریقے سے دیا جا سکتا ہے؟

جواب: اس کا تین طریقوں سے جواب دینا ممکن ہے:

(1) اہل اصطلاح سے نقل کر کے جواب دے دیا جائے کہ اہل اصطلاح نے یہ کہا ہے جیسے تعریف لفظیہ کا اہل لغت سے نقل کر کے جواب دیا جاتا ہے۔

(2) مراد اور اصطلاحی معنی میں کوئی مشابہت کا علاقہ دیکھا کر کہہ دیا جائے کہ یہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

(3) یا یہ کہا جائے حضرت ظاہری لفظ سے جو مراد سمجھی جا رہی ہے وہ ہماری مراد نہیں ہے بلکہ ہم دوسرا معنی مراد لیتے ہیں۔

سوال نمبر176: منع و نقض اور معارضہ کا حقیقی اور مجازی طور پر استعمال کہا ہوتا ہے نیز تعریفات پر ان کا استعمال کس طریق سے ہوتا ہے؟

جواب: منع و نقض اور معارضہ حقیقی طور پر دلیل اور مقدمہ پر وارد ہوتے ہیں لہذا دلیل و مقدمہ پر وارد ہونے والی منوع (منع و نقض اور معارضہ) اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوتی ہیں۔

اور تعریفات حقیقیہ و اعتباریہ و لفظیہ دلیل پر تو مشتمل نہیں ہوتیں لہذا حقیقۃً ان پر منوع بھی وارد نہیں ہوتی ہاں چونکہ یہ اپنے ضمن میں حکم پر مشتمل ہوتی ہیں تو ان پر وارد ہونے والے اعتراضات کو بطور استعارہ مصرحہ کے منع و نقض اور معارضہ کہہ دیا جاتا ہے گویا کہ تعریفات کو دلیل پر وارد ہونے والی منوع کے ساتھ تشبیہ دے دی گئی ہے لہذا علاقہ تشبیہ کی وجہ سے ان کو بھی بطور استعارہ مصرحہ کے منع و نقض و معارضہ کہہ دیا جاتا ہے۔

یا منع و نقض اور معارضہ کا اطلاق تعریفات حقیقیہ و اعتباریہ پر حقیقۃ ہو بایں طور پر کہ منع و نقض و معارضہ جس طرح مشہور معانی کے لئے وضع کئے گئے ہیں اسی طرح تعریفات حقیقیہ اور اعتباریہ کے لئے بھی وضع کئے گئے ہوں۔

البحث الثالث

سوال نمبر 177: یستبان مما ذکرنا عدم توجہ المنع حقیقۃ علی النقل والدعوی اس عبارت کی رشیدیہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا کہ: پیچھے ہم نے جو منع کے بارے میں کلام کیا کہ منع کہتے ہیں مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کرنا اس سے معلوم ہوا کہ نقل اور دعوی پر حقیقی طور پر منع وارد نہیں ہو سکتی۔

سوال نمبر 178: نقل و دعوی مبنی للفاعل یا مفعول ہو تو کیا معنی ہو گا؟

جواب: نقل و دعوی مصدر ہیں اور مصدر یا تو مبنی للفاعل ہوتا ہے یا مبنی للمفعول لہذا جب یہ مبنی للفاعل یعنی ناقل اور مدعی (دعوی کرنے والا) کے معنی میں ہوں گے تو معنی ہو گا کہ ناقل امام اعظم رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے کہے گا کہ قال ابوحنیفہ النیۃ لیست بشرط فی الوضوء اب مانع دو طرح سے منع وارد کر سکتا ہے کہ کہے لانسلم انہا بشرط فیہ یا کہے لانسلم ان اباحنیفۃ رحمہ اللہ قال ھذا یعنی ہم تسلیم نہیں کرتے کہ امام اعظم جیسا جلیل القدر عالم ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہے۔ بہر حال پہلی منع غیر مسموع ہے اس کو بلکل نہیں سنا جائے گا کیونکہ ناقل نے کلام کو بطریق حکایت و نقل کے بیان کیا ہے لہذا ناقل پر کوئی مواخذہ نہیں ہو گا اور دوسری منع اگرچہ اس کو سنا جائے گا قابل مسموع ہے لیکن اس اعتبار سے نہیں (کہ یہ منع حقیقی ہے کیونکہ منع حقیقی کہتے ہیں مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کرنا اور یہاں کوئی مقدمہ ہی نہیں ہے) بلکہ طلب تصحیح نقل کے اعتبار سے منع کو سنا جائے گا اور یہ منع مجازی ہو گی کہ اس پر منع کا لفظ مجازی طور پر بولا جاتا ہے منع حقیقی اور مجازی میں مشارکت کے

پائے جانے کی وجہ سے کہ دونوں میں سے ہر ایک میں طلب واقع ہوتی ہے کہ لفظ مقید کو دوسرے مقید میں مطلقا استعمال کرنے کی قبیل سے ہے۔

اسی طرح اس کی دوسری مثال: متکلم کا کہنا کہ: الجسم مرکب من اجزاء لاتتجزی یعنی جسم ایسے اجزاء سے مرکب ہوتا ہے جو متجزی (ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتے) پس منع وارد کرتے ہوئے حکیم کہہ: لا نسلم ذلک اور اس مقدمہ معینہ پر دلیل کو طلب کرے تو اس منع کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ دعوی کے ساتھ دلیل تو ابھی دی ہی نہیں کہ دعوی پر دلیل کو طلب کیا جائے، اور اگر اس دعوی پر طلب دلیل کا ارادہ کرے تو یہ منع مسموع ہے لیکن منع حقیقی نہیں بلکہ پیچھے والی مثال کی طرح مجازی ہے۔

سوال نمبر 179: عدم توجه المنع حقيقة على النقل والدعوى حيث لم يقصد ارجاعه كالنقض والمعارضة اس عبارت میں کالنقض والمعارضة کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: فرمایا: جیسے نقل و دعوی پر اثبات کی دلیل مذکور نہ ہونے کی وجہ سے نقض و معارضہ نہیں ہوتا اسی طرح ان پر دلیل نہ ہونے کی وجہ سے منع بھی وارد نہیں ہوتی۔

سوال نمبر 180: ضعیف قول کے مطابق منقول پر کب منع وارد کو سکتی ہے؟

جواب: ضعیف قول کے مطابق منقول کی صحت کا التزام نہ کرنے کی وجہ سے منقول پر منع وارد نہیں ہو سکتی ہاں جب اس کی صحت کا التزام کر لیا جائے (یعنی خود مدعی بن جائے) تو التزام کے اعتبار سے اب اس قول کو نقل کرنے والا ناقل نہ رہا بلکہ غاصب ہو گیا اب خود یہ گویا کہ مدعی دعوی کرنے والا بن گیا لہذا دعوی پر منع وارد ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر 181: اما اذا التزم صحته فمن حيث الالتزام ليس بناقل اس عبارت سے کیا معلوم ہوا وضاحت فرمائیں؟

جواب: اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مقدمہ کی وہ تعریف نہیں جو ہمارے نزدیک ہے:

ہمارے نزدیک مقدمہ کی تعریف: مایتوقف علیہ صحۃ الدلیل ہے یعنی جس پر صحت دلیل موقوف ہو،

اور ان کے نزدیک مقدمہ کی تعریف: مایتوقف علیہ صحت الالتزام یعنی جس پر صحت التزام موقوف ہو لہذا اس تعریف کے مطابق اس پر منع وارد ہو سکتی ہے اور ان کے نزدیک منع کی تعریف وہ نہیں جو ہمارے نزدیک ہے:

ہمارے نزدیک منع کی تعریف: مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا۔

ان کے نزدیک منع کی تعریف: مقدمہ پر دلیل طلب کرنا، لہذا ان کی تعریف کے مطابق نقل و دعوی پر حقیقۃً منع وارد ہو جائے تو اس میں کوئی خرابی نہیں۔

سوال نمبر 182: کیا دعوی پر بھی منع حقیقی وارد ہو سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں جب ناقل التزام صحت میں پڑ جائے گا تو دعوی پر بھی منع حقیقی وارد ہو سکتی ہے اس میں بُعد کیا۔

سوال نمبر 183: نقل پر طلب تصحیح اور دعوی بدیہی خفی پر تنبیہ اور دعوی نظری پر دلیل طلب کرنا کس وقت جائز نہیں؟

جواب: اس بارے میں دو مذہب ہیں:

(1) مطلقاً طلب تصحیح و تنبیہ اور دلیل مانگنا جائز نہیں چاہے دوسرے راستے سے معلومات حاصل کرنے کا قصد ہو جیسے ناقل نے ھدایہ کے حوالے سے کوئی مسئلہ بیان کیا تو اس سے علم میں اضافے کی نیت سے یہ پوچھنا روا نہیں کہ کیا یہ شامی میں بھی ہے۔

(2) دوسرا مذہب یہ ہے کہ علم میں اضافے کی نیت سے پوچھ سکتے ہیں۔

اعتراض نمبر 38: اگر علم میں اضافے کی نیت سے پوچھنا جائز ہو تو علم مناظرہ کی علت غائیہ دو ہو جائے گی ایک اظہار صواب دوسری زیادتِ یقین و علم؟

جواب: یاد رہے زیادت علم ویقین کوئی الگ شے نہیں بلکہ اظہار صواب ہی ہے کیونکہ اظہار صواب کے کئی مراتب ہیں ان میں سے ایک زیادتی علم بھی ہے جیسا کہ براہین اقلیدسیہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

نوٹ: شارح مصنف کے قول سے عدم رضامندی ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اگر آپ غور وخوض کریں گے تو حقیقت "اظہار" کو جان لیں گے کہ "اظہار" تو اس وقت پایا جاتا ہے جب مظہر (جس کو ظاہر کیا جاتا ہے) اظہار سے پہلے معلوم نہ ہو وگرنہ تو ظاہر کو ہی ظاہر کرنا لازم آئے گا جو کہ باطل ہے اور یقین کی زیادتی تو تب ہو اگر اس کا اثبات معلوم ہونے کے بعد ہو لہذا زیادتی ظہور ہو گا نہ کہ اظہار کیونکہ تنبیہ زیادتی کو لازم کرتی ہے اگرچہ جو معلوم نہیں ہے اس کے بعد ہو جیسے براہین اقلیدسیہ۔

سوال نمبر 184: کیا دلیل کے باطل ہونے سے مدلول کا باطل ہونا لازم آتا ہے؟

جواب: جی نہیں! دلیل کے باطل ہونے سے مدلول کا باطل ہونا لازم نہیں آتا کہ ہو سکتا ہے مدلول کے لئے کئی دلائل ہوں لہذا ایک دلیل کے باطل ہونے سے مدلول کا باطل ہونا لازم نہیں آئے گا (جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ ہوا آپ نے کے ہونے پر ایک دلیل دی اس نے اپنے گمان کے مطابق رد کر دیا لہذا اس کے رد کرنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مدلول باطل نہیں ہو گیا پھر آپ نے دلیل دی کہ میرا رب وہ ہے جو مشرق سے سورج نکالتا اور مغرب میں غروب کرتا ہے تو کافر مبہوت ہو گیا) ہاں اگر جنس دلیل ہی باطل ہو جائے تو معلل کے پاس سوائے دلیل و دعوی وغیرہ کو تغییر و تبدیل کئے بغیر کوئی راہ نہ ہو گی۔

البحث الرابع

ضروری بحث: یاد رہے مقدمہ دو طرح کا ہوتا ہے:

(1)**مقدمہ صریح:** یعنی جو بلکل صریح ہو جیسے العالم حادث۔(2)**مقدمہ ضمنیہ:** یعنی جو دلیل کا جزء ہو یا شرط ہو۔

البحث الرابع

سوال نمبر185: چوتھی بحث کو لانے کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: چوتھی بحث کو ایک وھم کو دور کرنے کے لئے لایا گیا کہ ایک مقدمہ پر ایک سے زیادہ منوع وارد نہیں ہو سکتی وہ مقدمہ ضمنیہ ہو یا شرط ہو یا دلیل کا جزء ہو حالانکہ مشہور ہے کہ مقدمہ اسے کہتے ہیں جو دلیل کا جزء ہے اور لوگوں کا وھم ہے کہ جو ضمنی ہے وہ دلیل کا جزء نہیں لہذا مقدمہ ضمنیہ پر بھی منع وارد نہیں ہو سکتی۔

سوال نمبر186: مقدمہ معینہ پر کتنی منع وارد کی جاسکتی ہیں؟

جواب: مقدمہ معینہ پر ایک یا اس سے زائدہ بھی منوع وارد کی جاسکتی ہیں وہ مقدمہ چاہے صریح ہو یا ضمنیہ یا دلیل کا جزء ہو یا شرط ہو یا قید ہو یعنی جس پر صحت دلیل موقوف ہو اسے مقدمہ کہتے ہیں اب صحت دلیل چاہے ضمنی پر موقوف ہو یا دلیل پر یا شرط پر موقوف ہو لہذا مقدمہ ضمنیہ پر بھی منع وارد ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر187: منع مقدمة معينة او اكثر صريحة او ضمنية اس عبارت میں صریحۃ کے اعراب کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: اس عبارت میں صریحۃ جب مقدمہ کی صفت واقع ہو گا تو اس کو مجرور پڑھا جائے گا اور اگر کان محذوف کی خبر مانے تو منصوب پڑھا جائے گا۔

سوال نمبر188: یکون الکلام علیہ اس عبارت میں علیہ میں یکون کس کی صفت ہے نیز اس پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی واضح فرمائیں؟

جواب: یکون مقدمہ کی صفت ہے یا "اکثر" کی اور اگر مقدمہ کی ہو تو اعتراض لازم آئے گا کہ مقدمہ تو مونث ہے تو "یکون" کو مذکر کیوں لایا گیا اس کے تین جواب دیئے ہیں:

(1) یکون کو لفظ "اکثر" کے اعتبار سے مذکر لائے۔

(2) یا "کل واحد منہما" کی تاویل میں کر کے یکون کو مذکر لائے۔

(3) یا مقدمہ کے مفہوم کہ وہ مقدمہ جس پر صحت دلیل موقوف ہو) کی طرف نظر کرتے ہوئے یکون کو مذکر لائے۔

سوال نمبر 189: کیا ہمارے نزدیک مقدمہ ضمنیہ پر منع وارد ہو سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں مقدمہ ضمنیہ پر بھی منع وارد ہو سکتی ہے وہ چاہے دلیل کا جزء ہو یا شرط ہو۔

سوال نمبر 190: جو چیز معلوم ہو اس پر کیسے منع وارد کی جا سکتی ہے؟

جواب: جو چیز معلوم ہو اس پر کسی طرح بھی منع وارد نہیں ہو سکتی ہاں منع وارد کرنے والا مکابر ہی ہو گا نہ کہ مناظر ہاں اگر دعوی بدیہی خفی ہو تو اس پر دو طرح سے منع وارد کی جا سکتی ہے:

(1) دعوی بدیہی خفی پر منع وارد کرے تنبیہ کو طلب کرنے کے لئے۔

(2) یا تنبیہ کے مقدمہ پر بھی منع وارد کرے طلب دلیل یا طلب تنبیہ کے معنی میں وہ بھی حقیقۃ نہیں بلکہ مجازا۔

بحث السادس

سوال 191: نقض کب مسموع نہیں ہوتی؟

جواب: نقض بغیر شاھد (وہ شاھد جو معلل کی دلیل کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہے) کے مسموع نہیں ہوتی۔

اعتراض نمبر4: مصنف کا یہ فرمانا نقض بغیر دلیل کے مسموع نہیں ہوتی صحیح نہیں کہ بعض اوقات دلیل کا فساد بلکل واضح ہوتا ہے تو شاھد کی طرف محتاجگی ہی نہیں ہوتی لہذا اس وقت نقض بغیر شاھد کے ہو گا؟

جواب: اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

(1) جس کا فساد بلکل بدیہی ہو اس کو شاھد میں داخل کرنا

پیپروں تک جتنا پڑھایا گیا انشاء اللہ مکمل مل جائے گا---